سلطنتِ مصطفیٰ ﷺ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

فرید بک سٹال لاہور

سلطنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در مملکتِ کبریا جل وعلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء محمد المصطفیٰ

وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اولی الصدق و الصفا

دنیاوی بادشاہ! اپنے درباروں کے آداب اوران میں حاضری دینے کے قوانین خود بناتے ہیں اوراپنے مقررہ حاکموں کے ذریعہ رعایا سے ان پر عمل کراتے ہیں کہ جب ہمارے دربار میں آؤ تو اس طرح کھڑے ہو، اس طرح بات کرو، اس طرح سلامی دو۔ پھر جو کوئی آداب بجالاتا ہے اس کو انعام دیتے ہیں جو اس کے خلاف کرتا ہے بادشاہ کی طرف سے سزا پاتا ہے۔ پر ان کے یہ سارے قاعدے صرف انسانوں پر ہی جاری ہوتے ہیں، جنّ فرشتے حیوانات وغیرہ کوان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان پر ان کی کوئی سلطنت نہیں تو پھر یہ سارے آداب اس وقت تک رہتے ہیں جب تک بادشاہ زندہ ہے۔ اس کی آنکھ بند ہوئی وہ دربار بھی ختم۔ سارے آداب بھی فنا۔ اب نیا دربار ہے نئے قاعدے!

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت　　　　رفت و منزل بہ دیگرے پرداخت

لیکن اس آسمان کے نیچے ایک ایسا دربار بھی ہے جسکے آداب اور جس میں حاضر ہونے کے قاعدے سلام وکلام کرنے کے طریقے خود ربّ تعالیٰ نے بنائے۔ اپنی خلقت کو بتائے کہ اے میرے بندو! جب اس دربار میں آؤ تو ایسے ایسے آداب کا خیال رکھنا اور خود فرمایا کہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو تم کو سخت سزا دی جائے گی۔ پھر لطف یہ ہے کہ اب وہ شاہی دربار ہماری آنکھوں سے چھپ گیا۔ اس کی چہل پہل ہماری نگاہوں سے غائب بھی ہوگئی۔ اس شہنشاہ نے ہم سے پردہ بھی فرمالیا مگر اس کے آداب اب تک وہی باقی۔ اس کا طمطراق اسی طرح برقرار پھر اس دربار کے قوانین فقط انسانوں ہی پر جاری نہیں بلکہ وسعت سلطنت کا یہ حال ہے کہ فرشتے بغیر اجازت وہاں حاضر نہ ہوسکیں، جنات جھکتے ہوئے حاضر ہوں، جانور سجدے کریں، بے جان کنکر اور درخت کلمے پڑھیں اوراشارہ پر گھومیں، چاند سورج اِشاروں پر چلیں، اسکے اشارے ابرو سے بادل آکر برسیں اوردوسرا اشارہ پاکر بادل پھٹ جائیں۔ غرضیکہ ہر عرشی فرشی اس قاہر حکومت کا بندہ بے زر۔ مسلمانو! معلوم ہے وہ دربار کس کا ہے؟ وہ دونوں جہاں کے مختار حبیب کردگار، کونین کے شہنشاہ، دارین کے مالک ومولیٰ، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ دوستو! آؤ ہم تم کو قرآن کی سیر کرائیں اور دِکھائیں کہ اس نے اس سچے شہنشاہ کونین کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے کیا ادب سکھائے۔ کچھ لوگ زمانہ رسالت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہی قربانی کرلیتے اور

کچھ لوگ رمضان سے پیشتر روزے رکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو ربّ فرماتا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنو لا تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہٖ و اتقو اللّٰہ ان اللّٰہ سمیع علیم (۴۹-۱)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

اس آیت نے ادب سکھایا کہ کوئی مسلمان اللہ کے حبیب علیہ السلام سے کلام میں، چلنے میں غرض کسی بات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگے نہ ہو۔ حتیٰ کہ راستے میں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا ہے تو آگے نہ چلے۔ ایک صحابی ہیں جن کا نام ہے حضرت قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کو اونچا سننے کی بیماری تھی۔ جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تو بات کرتے میں آواز اونچی ہو جاتی۔ بھلا ربّ کو یہ کب منظور تھا کہ کوئی میرے حبیب کے حضور میں بلند آواز سے بولے۔ ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھرو الہ بالقول

کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون (۴۹-۲)

اے ایمان والو! نبی علیہ السلام کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو

جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

سبحان اللہ! کیسا ادب سکھایا کہ اس بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو زور سے بولنے کی بھی اجازت نہیں۔

حضرت قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بوجہِ خوف بارگاہِ نبوت میں حاضر نہ ہوئے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز دریافت کیا، فرمایا کہ کچھ روز سے قیس نہیں آتے۔ لوگوں نے حضرت قیس کے گھر جا کر غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ فرمانے لگے میں جہنمی ہو گیا کیونکہ میری آواز اونچی ہے اور آیتِ کریمہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ ماجرا بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا تو فرمایا کہ وہ جنتی ہیں یعنی اب تک جو ہو گیا وہ معاف ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر و عمر و بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اس قدر آہستہ آواز سے کچھ عرض کرتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی بار پوچھتے تھے۔ ان کے حق میں یہ آیتِ کریمہ آئی:

ان الذین یغضرن اصراتھم عند رسول اللّٰہ اولٰئک الذین امتحن اللّٰہ

قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم (۴۹-۳)

بیشک وہ لوگ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا

ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

قبیلہ بنی تمیم کے کچھ لوگ دوپہر کے وقت بارگاہِ رسالت میں پہنچے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دولت خانہ میں آرام فرما رہے تھے ان لوگوں نے حجرے شریف کے باہر سے پکارنا شروع کردیا۔ ربّ تعالیٰ کو پسند نہ ہوا کہ کوئی اس دولہا کو پکار کر بلائے جس کے گھر میں حضرت جبرائیل بے اجازت نہیں جاسکتے، فوراً یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

ان الذین ینا دونک من ورآء الحجرٰت اکثرھم لا یعقلون (۴۹-۴)

اے پیارے! وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

اب ربّ تعالیٰ ادب سکھاتا ہے:

ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللّٰہ غفور رحیم (۴۹-۵)

اور اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ ان کے پاس خود تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ادب سکھایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت آئے کہ میرے محبوب علیہ السلام دولت خانہ میں ہیں تو ان کو آواز دیکر نہ بلاؤ بلکہ تشریف آوری کا انتظار کرو۔ جب وہ نازنین سلطان خود تشریف لائیں تب عرض و معروض کرو۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا۔ ولیمہ کی عام دعوت فرمائی۔ عام مسلمان جماعتیں بناتے تھے اور کھاتے پیتے تھے۔ آخر میں تین صاحب کھانے سے فارغ ہوکر اس ہی جگہ بیٹھ گئے تھے اور ان کی بات کا کچھ ایسا سلسلہ دراز ہوا کہ وہ بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ مکان تنگ تھا ان کے بیٹھنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ دشواری محسوس ہوئی مگر کرم کریمانہ کی وجہ سے ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ۔

ان حضرات کو یہ محسوس نہ ہوا۔ بھلا ربّ تعالیٰ کو یہ کب پسند تھا کہ کوئی زیادہ بیٹھ کر ملال کا سبب بنے، آیتِ کریمہ اُتری:

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نٰظرین انه
ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستئنسین لحدیث (۳۳-۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک کھانا کھانے کیلئے بلائے نہ جاؤ اس طرح کرو کہ کھانا پکنے کا انتظار کرو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ بیٹھ کر باتوں سے دل نہ بہلاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ نبوت میں دعوت کھانے کے آداب یہ ہیں کہ کھانا پکنے سے پہلے وہاں نہ پہنچو اور کھانا کھا کر پھر وہاں نہ بیٹھو...... کیوں؟ اس کی وجہ قرآن بیان فرما رہا ہے:

ان ذٰلکم کان یئوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق (۳۳-۵۳)

تمہارے اس فعل سے میرے نبی کو ایذا ہوتی تھی لیکن وہ غیرت والے محبوب تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ طریقہ تھا کہ اگر محبوب علیہ السلام کے کسی لفظ کو نہ سمجھ سکتے تو عرض کرتے رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ دوبارہ فرمادیجئے۔ یعنی اس لفظ کو دوبارہ فرمادیجئے تاکہ ہم سمجھ لیں۔ لفظ راعنا یہود کی زبان میں گستاخی کا لفظ تھا۔ انہوں نے یہی لفظ دوسرے معنی کی نیت سے بولنا شروع کردیا اور دل میں خوش ہوئے کہ ہم کو بارگاہِ رسالت میں بکواس بکنے کا موقع مل گیا وہ بھیدوں کا جاننے والا اور نیتوں سے واقف ربّ ہے اس کو یہ کیسے پسند ہوسکتا تھا کہ کسی کو میرے محبوب کی جناب میں گستاخی کا موقع ملے، آیتِ کریمہ آئی:

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا و قولوا نظرنا واسمعوا و للکٰفرین عذاب الیم (۲-۱۰۴)

اے ایمان والو! راعنا نہ کہنا بلکہ یوں عرض کرلیا کرو کہ انظرنا یعنی رسول اللہ ہم پر نظر رکھیں اور کافروں کو دردناک عذاب ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ ایسے ادب کی جگہ ہے جہاں ایسے لفظ بولنے کی بھی گنجائش نہیں جس سے کسی دشمن کو بدگوئی کا موقع مل جائے۔ ایک زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ مالدار مسلمان حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی گفتگو کا سلسلہ اتنا دراز کردیتے تھے کہ فقرا مسلمین کو کچھ عرض کرنے کا موقع ہی نہ ملتا، تھا تو آیت اُتری:

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقٰت (۵۸-۱۲)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کے رسول سے کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لیا کرو۔

سبحان اللہ! اگر ربّ سے عرض و معروض کرنا ہو یعنی نماز پڑھنا ہو تو وضو کرنا کافی ہے مگر ربّ کے محبوب علیہ السلام سے عرض کرنا ہو تو پہلے صدقہ وخیرات کرو۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ پابندی لگانے سے غریب مسلمانوں کو بھی بارگاہ میں کچھ عرض کرنے کا موقع مل جائے گا۔ دوسرے یہ کہ دل میں اس بارگاہ کا ادب بیٹھ جائے گا جو چیز کچھ خرچ اور محنت سے حاصل ہو اس کی وقعت ہوتی ہے اگرچہ یہ آیتِ کریمہ بعد کو منسوخ ہوگئی مگر بارگاہِ رسالت کی شان کا پتا لگ ہی گیا۔ اپنے محبوب کو مکہ معظمہ میں نہ رکھا بلکہ وہاں سے تین سو میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ میں رکھا تاکہ کوئی شخص حج کے طفیل زیارت نہ کرے بلکہ زیارت پاک کیلئے علیحدہ سفر کرکے حاضر ہوتا کہ اس کو زیارت کی قدر ہو۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم

اے ایمان والو! اللہ و رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ۔

آیت میں اس بارگاہ کا یہ ادب سکھایا کہ اے حاضر رہنے والو! جس وقت تمہارے کان میں میرے محبوب کے بلانے کی آواز پہنچے تو تم جس حال میں بھی ہو فوراً حاضر ہو جاؤ۔

صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا اگر اس کی کچھ تفصیل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن کا مطالعہ کرو جس میں بتایا گیا ہے کہ کوئی صحابی نماز میں ہوتے اور حضور علیہ السلام ان کو پکارتے تو وہ نماز چھوڑ کر حاضر ہو جاتے تھے حتیٰ کہ ایک صحابی اپنی بیوی سے ہم بستری کر رہے تھے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کا پکارنا سنا بغیر فراغت علیحدہ ہو گئے اور حاضر خدمت ہوئے ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں   اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

یہ چند آیات بطورِ نمونہ پیش کی گئیں جس میں بارگاہِ عالی کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ اگر زیادہ تفصیل کی جائے تو اس کیلئے دفتر درکار ہیں۔ اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھ لو کہ باادب اور خوش نصیب لوگوں پر حق تعالیٰ کے کیسے انعام ہوئے وہ گزشتہ آیات میں ضمناً معلوم ہو گئے کہ ان کو تقویٰ کا تمغہ دیا گیا اور مغفرت اور بڑے بڑے اجر کی خوشخبری دی گئی۔ کہیں فرمایا گیا کہ خدا ان سے راضی وہ خدا سے راضی۔ غرض انکی تعریف سے قرآن پُر ہے۔ بے ادبوں پر جو غضبِ الٰہی آیا اس کی بہت تفصیل نہیں کرتا صرف دو واقعے سناتا ہوں۔

ولید بن مغیرہ کافر نے ایک بار بکا تھا آپ مجنون یعنی دیوانہ ہیں۔ اس کی اس گستاخی سے دل مبارک کو صدمہ پہنچا۔ پھر کیا تھا غضبِ الٰہی کا دریا جوش میں آ گیا۔ سورہ قلم شریف میں اوّلاً تو اپنے محبوب کو ان کے فضائل اور خوبیاں سنا کر خوش کیا گیا کہ

ما انت بنعمۃ ربک بمجنون و ان لک لاجرا غیر ممنون و انک لعلیٰ خلق عظیم (۶۸-۲،۳،۴)

اے پیارے! تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ تمہارے لئے تو بے انتہا ثواب ہے اور بیشک تم بڑے ہی اخلاق والے ہو۔

یعنی اے محبوب علیہ السلام! اس کو بکنے دو۔ وہ کچھ بھی بکتا پھرے ہم تو تمہاری ایسی خوبیاں بیان فرمارہے ہیں۔ اس کی نہ سنو اپنے رب کی سنو۔ اب اس گستاخی پر توجہ غضب ہوتی ہے اس کے دس عیب ارشاد فرمائے گئے:

ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذٰلك زنیم (۶۸-۱۰تا۱۳)

اے محبوب! ایسے کی بات نہ سنو جو جھوٹی قسمیں کھانے والا، ذلیل، خوار، طعنہ باز، بڑا چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گنہگار، سخت دل۔ اس پر طرہ یہ کہ حرام کا بچہ ہے۔

جب ولید نے یہ آیت سنی تو اپنی ماں کے پاس پہنچ کر کہنے لگا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جو میرے دس عیب بیان فرمائے ہیں ان میں سے نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں واقعی وہ عیب ہیں مگر یہ تو بتا کہ میں حرامی ہوں یا حلالی؟ سچ بولنا ورنہ تیری گردن ماردوں گا کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بات جھوٹی نہیں ہوتی۔ اس پر اس کی ماں نے کہا کہ واقعی تو حرامی ہے تیرا باپ نامرد اور بہت مالدار تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ میرے کوئی اولاد نہ ہوئی تو میرا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے سے زِنا کروایا تُو اس کا نطفہ ہے اس میں یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ جو شقی حضور علیہ السلام کی توہین کو اپنا پیشہ بنالے اس کی اصل میں خطا ہوتی ہے ایسے بدگویوں کو چاہئے کہ اپنے نطفہ کی تحقیق کریں۔ پھر ارشاد ہوا: سنسمه علی الخرطوم ٥ (۶۸-۱۶) ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ لگادیں گے یعنی اس کا چہرہ بگاڑ دیں گے کہ اس کی بدباطنی چہرے سے نمودار ہوگی۔ آخرت میں تو جو ہوگا وہ ہوگا دنیا میں بھی ولید کی شکل بگڑ گئی (خزائن وجلالین وغیرہ) اب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم کے گستاخوں کے چہروں پر ایمانی رونق نہیں ہوتی۔ بعض گستاخوں کے منہ پر مکھیاں بھنکتی اور آخر میں شکل بگڑتی دیکھی گئی۔ نعوذ باللہ منہ

ایک بار ابولہب گستاخ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کہ تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے۔ غضب الٰہی کا دریا جوش میں آیا اور ارشاد ہوا:

تبت یدا ابی لھب و تب مآ اغنیٰ عنه ماله وما کسب سیصلیٰ نارا

ذات لھب و امراته حما لة الحطب فی جیدھا حبل من مسد (۱۱۱-۱تا۵)

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوجائیں ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو بھی گیا اس کو اپنا مال اور کمائی کچھ کام بھی نہ آئی۔ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں وہ بھی اور اس کی جورو بھی پہنچیں گے جو لکڑیوں کا بوجھ سر پر اُٹھاتی ہے اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس بدنصیب نے ایک بدگوئی کی، اس کے جواب میں اس کو اور اس کی جورو اُم جمیل کو جو کچھ سنا گیا۔ وہ معلوم ہو ہی گیا بلکہ بعد کو اس کی عورت اس طرح مری کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کیلئے خود اپنے سر پر کانٹوں کا بوجھ لاد کر لاتی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستے میں ڈالا کرتی تھی ایک دن کانٹوں کا بوجھ لا رہی تھی کہ تھک کر آرام کیلئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ ایک فرشتے نے اس کے پیچھے سے اس کا بوجھ کھینچا وہ گرا اور اس کی رسی سے اُم جمیل کے گلے میں پھانسی لگ گئی اور مرگئی۔

اب نہ وہ ولید رہا نہ ابولہب مگر اس پر رات دن مشرق و مغرب میں لعنت پڑ رہی ہے کہ نمازی نماز میں قرآن پڑھنے والا، تلاوت میں ان القاب سے ان کی تواضع کر رہے ہیں۔

ایک لطف اور ہے وہ یہ کہ اب ظاہری آنکھوں میں وہ دربار نہیں نہ وہ دعوت ولیمہ کی دھوم دھام ہے نہ وہ آواز مبارک کے نغمے۔ ہمارے یہ نصیب کہاں تھے کہ ان مجلسوں کا نظارہ کرتے اور اپنے کانوں سے وہ خدا بھاتی آواز سنتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

لیکن اس بزم کے آداب اسی طرح لوگوں کے سامنے ہیں کہ

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

اگر بعد والوں کو وہ باتیں دیکھنا میسر نہ ہوئیں تو کم سے کم سن کر ایمان لائیں اور وجد میں آ کر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر پڑھ پڑھ کر لطف حاصل کریں۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اس جا

انہیں رب کی قسم اس دربار کا نکالا ہوا کہیں بھی پناہ نہیں پاتا۔ دنیا کے بادشاہوں کے مجرم مر کر حاکم کے عتاب سے چھوٹ جاتے ہیں مگر ان کے مجرم نہ زندگی میں عزت پاتے ہیں نہ قبر میں چین، نہ حشر میں آرام اور اس بارگاہ کا مقبول ہر جگہ عزت پاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب لکھا ہے ؎

تو جو للکار دے آتا ہوا الٹا پھر جائے
تو جو چمکار لے ہر پھر کے ہو تیرا تیرا
دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ زور رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

بخاری جلد اوّل کتاب المناقب میں ہے کہ ایک شخص کاتب وحی تھا کہ وحی لکھنے کی خدمت اس کے سپرد تھی کچھ ایسی پھٹکار پڑی کہ وہ مرتد ہو گیا اور حضور علیہ السلام کو عیب لگانے لگا جب وہ مر گیا اور اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اسے اپنے اندر سے باہر نکال پھینکا۔ دوست سمجھے کہ شاید اصحابِ رسول اللہ نے اسکو نکال دیا ہے اور زیادہ گہرا گڑھا کر کے دفن کیا مگر زمین نے پھر بھی قبول نہ کیا نکال کر پھینک دیا۔ غرض کئی بار دفن کیا مگر نعش باہر آ گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکالا ہوا ہے اسکو کوئی بھی قبول نہ کریگا۔

اسی طرح مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں حضرت رُقیہ و کلثوم ابولہب کے دو بیٹوں یعنی عتبہ و عتیبہ کے نکاح میں تھیں کیونکہ اس وقت تک مشرکین سے نکاح حرام نہ ہوا تھا۔ جب سورۂ لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے ان دونوں بیٹوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دیدو، ورنہ میں تم کو اپنی میراث سے محروم کر دونگا چنانچہ عتیبہ نے تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر معذرت کر کے طلاق دی اور عتبہ نے گستاخی سے طلاق دی اللہ کے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اے اللہ! اپنے کسی کتے کو مقرر فرما جو اس کو سزا دے عتبہ یہ سن کر کانپ گیا آ کر ابولہب سے کہا۔ ابولہب بولا اب میرے بیٹے کی خیر نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بد دعا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ ہر طرح اس کی نگرانی رکھنے لگا۔ یہ ہی عتبہ ایک بار تجارتی قافلہ کا سردار ہو کر شام کو چلا۔ ایک جگہ رات کو قافلے والے سو رہے تھے کہ جھاڑی سے ایک شیر نکلا ہر ایک کا منہ سونگھتا پھر سب کو سونگھ کر چھوڑ دیا مگر عتبہ کا منہ سونگھ کر اس کو پھاڑ ڈالا۔ معلوم ہوا کہ اس بارگاہ میں بے ادبی کرنے والوں کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ جس کو جانور معلوم کر لیتے ہیں کہ گستاخ کا منہ یہ ہے۔

اب مقبولین بارگاہ کا حال بھی سنتے چلو۔ حضرت سفینہ جو حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک بار کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے کچھ روز بعد انہیں خبر ملی کہ لشکر اسلام اس علاقہ میں آیا ہوا ہے۔ رات کو موقع پا کر جیل خانہ سے نکل بھاگے۔ دوڑے جا رہے تھے کہ اچانک جھاڑی سے ایک شیر نکلا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اے شیر! میں رسول اللہ کا غلام ہوں۔ راہ بھولا ہوا ہوں۔ یہ سن کر شیر دُم ہلاتا ہوا آگے آگے ہولیا اور راستہ دِکھا کر بلکہ لشکر تک پہنچا کر واپس ہوا۔ (دیکھو مشکوٰۃ باب الکرامات)

یہ دو تین واقعات اہل ایمان کی عبرت کیلئے کافی ہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ عظمت رسول کے گیت گایا کریں۔ اپنے بچوں کو اسکی تعلیم دیں اور واعظین علماء کو چاہئے کہ مسلمانوں کو یہ باتیں سکھائیں۔ یقین کرو کہ حضور علیہ السلام کی عزت میں اسلام کی عزت ہے کیونکہ مکان کی عزت مکان والے کی عزت سے اور کام کی وقعت کام والے کی وقعت سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک جلسہ میں ہندو عیسائی یہودی اور مسلمان جمع ہوں۔ ہندو اُٹھ کر کہے میرا رام چندر وہ قوت والا ہے جس نے سیتا سے شادی کرنے کیلئے ایک بھاری کمان کو دو ٹکڑے کر دیا۔ عیسائی اُٹھ کر کہے کہ میرے مذہب کے بانی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی وہ شان تھی کہ انہوں نے مُردوں کو زِندہ کر کے اپنا کلمہ پڑھوالیا۔ یہودی اُٹھ کر کہے کہ میرے بانی مذہب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وہ شان تھی کہ انہوں نے پتھر میں عصا مار کر پانی کے چشمے نکال دیئے۔ مگر آپ اُٹھ کر وہ کہیں جو مولوی اسمٰعیل اور مولوی خلیل نے لکھا ہے کہ میرے نبی تو بندہ مجبور تھے ان کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا وہ تو ذرّہ ناچیز سے بھی کم تھے۔ ان کا علم تو شیطان اور ملک الموت کے علم سے بھی کم تھا تو بتاؤ کہ تم نے اسلام کی تعظیم کی یا توہین؟ وہ لوگ سن کر یہی کہیں گے کہ ایسے اسلام کو ہمارا دُور ہی سے سلام ہے جس کے پیشوا کی مجبوری یا بے کسی کا یہ عالم ہو۔

جہاں اس موقع پر کوئی مجھ جیسا فقیر نیاز مند ہو وہ تڑپ کر کہے گا کہ اے ہندو! اگر رام چندر نے ایک بھاری کمان کو توڑ ڈالا ہے تو ذرا میرے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خداداد قدرت کو تو دیکھ کہ انہوں نے اُنگلی پاک کے اشارے سے پورے چاند کو توڑ کر دو کمانیں کر دیا اور اے عیسائی! اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بے جان مردوں میں جان ڈالی تو میرے محبوب علیہ السلام کی خداداد قوت دیکھ کہ جنہوں نے سوکھی لکڑیوں اور جنگل کے درختوں اور کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوالیا اور اے یہود! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر میں سے پانی نکالا تو میرے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بھی دیکھ جنہوں نے اُنگلیوں سے پانی کے چشمے نکال دیے۔

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ!

غرضیکہ اسلام کی شوکت دِکھانے کیلئے بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شوکت دِکھانا از حد ضروری ہے مگر افسوس کہ اس زمانے کے بعض مسلم نما مرتدین اس رمز کو نہ سمجھے، شیطان نے ان کو یہ بتایا کہ انبیاء کی عزت بیان کرنے سے خدا کی توہین ہوگی۔ ان عقل مندوں نے ابلیسی توحید کو اسلامی توحید سمجھا کہ توحید خدا کیلئے توہین مصطفیٰ ضروری ہے۔ یہی تو ابلیس نے کہا تھا کہ حالانکہ حضور علیہ السلام کی عظمت ربّ کی قدرت کا مظہر ہے۔ شاگرد کی قابلیت سے استاد کی قابلیت کا پتا چلتا ہے اور چیز کے جمال سے بنانے والے کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ جب اللہ کے محبوب کی عظمت کا خیال ہوگا تو یہی کہنا پڑیگا کہ اے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کے ربّ کی قدرت کے قربان کہ جس نے ایسے کمال والے کو پیدا فرمایا۔

اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے فقیر نے ایک کتاب **شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن** اور ایک کتاب **جاء الحق** لکھی۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ ملک میں ایسی مقبول ہوئیں کہ مجھے اس قدر اُمید بھی نہ تھی۔ ہندوستان کے ہر خطے میں پہنچی اور اہلسنّت نے اپنی محبت کا اظہار کیا اور خوشنودی کے خطوط لکھے دعائیں دیں۔ کسی دیوبندی یا وہابی کو اعتراض کرنے کی ہمت وجرأت نہ ہوئی بلکہ خدا کے فضل سے بہت سے دیوبندی ان کتابوں کو دیکھ کر دیوبندیت سے توبہ کر کے مسلمان ہوگئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک لیکن بعض اہلسنّت کا اِصرار ہوا کہ جاء الحق میں تقریباً تمام مسائل تو آ گئے مگر تین مسئلے نہ ہوئے جن کی اس وقت ضرورت ہے ایک تو سلطنتِ مصطفیٰ کیونکہ دیوبندی اور وہابی جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات کے منکر ہیں وہاں اس کے بھی منکر ہیں اور قرآن شریف میں جو آیات بتوں کی مجبوری و مقہوری کیلئے آتی ہیں وہ انبیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور بت پرستوں کی آیات کو مسلمانوں کیلئے پڑھتے ہیں بلکہ ان کو سارے قرآن مجید میں صرف یہی آیت نظر آئی قل انمآ انا بشر مثلکم (۱۸-۱۱۰)

دوسرے بیس رکعت تراویح کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب نے اس پر جو کتاب لکھی الرامی النجیح اس سے اور مغالطہ بڑھتا ہے۔

تیسرے مسئلہ عصمتِ انبیاء کیونکہ کانپور سے ایک شخص برابر اس کے مخالف مضامین شائع کر رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ انبیاء کرام نعوذ باللہ گنہگار بلکہ مشرک تھے بعد کو توبہ کی۔ میں نے ان مضامین کو اپنے ربّ کے کرم سے لکھ تو لیا مگر اس خیال میں رہا کہ جاء الحق کے دوسرے ایڈیشن میں یہ مسائل بڑھا دیئے جائینگے لیکن میرے محترم دوست منشی احمد دین صاحب نے بہت زور دیا کہ سلطنتِ مصطفٰی بہت جلد شائع کردی جائے اس کی سخت ضرورت ہے اور بہت مانگ ہے لہٰذا توکلا علی اللہ اس کی تیاری کردی۔ تیاری تو کردی مگر اپنی بے بضاعتی اور کم علمی پر نظر کرتے ہوئے ہمت ٹوٹتی تھی لیکن اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار نے ہمت بندھادی۔

ٹوٹی آس بندھاتے یہ ہیں　　چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں　　ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں
فیض جمیل خلیل سے پوچھو　　آگ میں باغ کھلاتے یہ ہیں

نہ وہ کام میری طاقت سے ہوا اور نہ یہ میری قوت سے ہوگا بلکہ وہ محبوب جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں۔

تم تو جس خاک کو چاہو وہ بنے بندہ خاک
میں نبی کس کو بناؤں جو خفا تم ہوجاؤ

اس کتاب کا نام سلطنتِ مصطفٰی در مملکتِ کبریا رکھتا ہوں اور اس کا بھی وہی طریقہ ہوگا جو جاء الحق کا ہے کہ دو باب میں یہ مسئلہ بیان کیا جائیگا پہلے باب میں حضور علیہ السلام کی بادشاہی کا ثبوت ہے۔ دوسرے باب میں اس پر مخالفین کے اعتراضات و جوابات۔

وما توفیقی الا باللہ و ھو حسبی و نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

احمد یار خان نعیمی اشرفی اوجھیانوی　　مہتمم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات پنجاب　　۲۲ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ...... یوم یک شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکمِ پروردگار کونین کے مالک و مختار ہیں۔ زمان کے مالک آسمان کے مالک، اپنے ربّ کی عطا سے جنّت و جہنم کے مالک جہاں کے مالک، ربّ کے احکام کے مالک، انعام کے مالک۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنادیا!
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ اختیار میں

جس کو چاہیں اپنے ربّ کی عطا سے عطا فرمادیں جس کو جس سے چاہیں محروم کردیں اور جس کیلئے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جو چاہیں حرام۔ غرضیکہ دونوں جہاں کے شہنشاہ کونین کے مالک ومولیٰ ہیں۔

حکم نافذ ہے ترا سیف تری خامہ ترا
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

اس مضمون کو سن کر بفضلہٖ تعالیٰ اہلسنت تو باغ باغ ہوجاتے ہیں اور ان کے ایمان تازہ ہوجاتے ہیں لیکن افسوس کے ہندو نہیں، عیسائی نہیں، دیگر کفار نہیں بلکہ مسلمانی کا دم بھرنے والے دیوبندی، وہابی جل کر خاک میں سیاہ ہوجاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ داتا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے۔ بھلا کوئی ان عقل مندوں سے پوچھے ربّ دینے والا اسکے حبیب لینے والے تم جلنے والے کون؟ اب اوّلاً تو اپنے ربّ سے پوچھتا ہوں کہ مولا بتا تو نے اپنے پیارے کو کیا دیا؟ پھر اس لینے والے محبوب علیہ السلام سے عرض کرتا ہوں کہ آقا تم نے اپنے ربّ سے کیا کیا لیا؟ نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دریافت کرتا ہوں کہ اس عطا اور قبول کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ پھر ساری اُمت کے علماء سے دریافت کرتا ہوں کہ تمہارا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے پھر دیوبندیوں اور وہابیوں سے پوچھونگا کہ تم بھی کچھ کرلو۔ اس بارے میں کیا کہتے ہو پھر عقلی دلائل قائم کروں گا۔ لہٰذا اس کتاب کے دو باب کرتا ہوں پہلے باب میں حضور علیہ السلام کی بادشاہ کا ثبوت اور دوسرے میں مخالفین کے سارے اعتراضات معہ جوابات۔

پہلے باب میں پانچ فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں حضور علیہ السلام کی سلطنت کا ثبوت قرآنی آیات سے۔ دوسری فصل میں احادیث شریفہ سے۔ تیسری فصل میں اقوال محدثین ومفسرین وعلمائے اُمت سے۔ چوتھی فصل میں مخالفین کے اقوال سے اس کی تائید و پانچویں فصل میں عقلی دلائل۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مالک دوجہاں ہونے کا نہ تو یہ مطلب ہے کہ ربّ تعالیٰ کسی چیز کا مالک نہ رہا اور نہ یہ مطلب کہ حضور علیہ السلام ربّ تعالیٰ کی مثل مالک ہیں جس سے لازم آجائے کہ عالم کے دو مستقل مالک ہیں بلکہ ربّ تعالیٰ کی ملکیت حقیقی قدیم اور ازلی وابدی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت عطائی اور حادث ہے۔ جیسے دنیوی بادشاہ اپنی سلطنت کے مالک، ہم لوگ اپنے گھربار کے مالک ہیں۔ حضرت سلیمان روئے زمین کے مالک ہوئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ربّ تعالیٰ ان چیزوں کا مالک نہ رہا بلکہ وہ حقیقی مالک ہے ہم مجازی اس کی ملکیت غیر فانی ہے ہماری عطائی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت خدا تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔

قرآنی آیات کے بیان میں

(۱) وما نقموا الا ان اغنٰهم اللّٰه و رسوله من فضلهٖ (۹-۷۴)

اور نہیں برا لگا ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی لوگوں کو غنی اور مالدار فرماتے ہیں اور دوسروں کو غنی وہی کریگا جو خود مالک ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ فضلہ کی ضمیر رسول کی طرف لوٹے کیونکہ یہی قریب ہے واللہ اعلم۔

(۲) ولو انهم رضوا مآ اٰتٰهم اللّٰه و رسوله و قالو حسبنا اللّٰه سيؤتينا اللّٰه من فضلهٖ و رسوله انا الى اللّٰه راغبون (۹-۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اسی پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔
اب ہمیں دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول اور ہمیں اللہ کی طرف رغبت ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا بھی ہے اور دیں گے بھی اور دیتا وہی ہے جس کے پاس خود ہو بھی حضور علیہ السلام کیا دیتے ہیں جو اللہ دیتا ہے وہ حضور علیہ السلام دیتے ہیں کیونکہ اس آیت میں ایک دینے کو دو کی طرف نسبت کیا گیا ہے یعنی اللہ سب کچھ دیتا ہے تو حضور علیہ السلام سب کچھ دیتے ہیں۔

(۳) انا اعطينٰك الكوثر (۱۰۸-۱)

اے محبوب علیہ السلام! ہم نے آپ کو کوثر دے دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ربّ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کوثر عطا فرمایا۔ کوثر سے مراد یا تو حوضِ کوثر ہے یا بہت بھلائی یا بہت اُمت، یا مقامِ محمود یا شفاعتِ کبریٰ، یا بہت سے معجزات، یا دُنیاوی غلبہ، یا ملکوں کی فتوحات، یا ساری خلقت پر بزرگی یا عالم کثرت یعنی اللہ کے ماسوا ساری مخلوقات کچھ بھی مراد ہو مگر معلوم ہوا کہ ربّ نے دیا اور بہت کچھ دیا۔ محبوب علیہ السلام نے لے لیا اور دینے والے سے لینے والے کا مالک ہونا لازم آیا۔ نیز اعطینا ماضی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عطا ہو چکی اور قبضہ دیا جا چکا۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام مالک ہیں اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزیہ ہے۔ لہٰذا تقویت الایمان کا یہ کہنا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے ایک چیز کا بھی مالک و مختار نہیں اس ارشاد ربانی کے خلاف ہے۔

لطیفہ...... دنیا کی ساری نعمتوں کو ربّ تعالیٰ قلیل فرماتا ہے یعنی بہت تھوڑی مگر جو حضور علیہ السلام کو دیا گیا۔ وہ کثیر نہیں، اکثر نہیں بلکہ کوثر ہے یعنی زیادہ نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ ہے دنیا تو میرے آقا کی ملکیت کا ایک کروڑواں حصہ بھی نہیں۔

(٤) انا فتحنالك فتحا مبينا (۲۸-۱)

(بے شک) اے محبوب علیہ السلام! ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمائی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ربّ نے حضور علیہ السلام کو فتح دی۔ اگر فتح سے مراد ملکوں کا فتح کرنا تو ظاہر ہے کہ فتح کرنے والا مفتوحہ ملک کا مالک ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی بادشاہت ثابت ہوئی اور اگر فتح کا معنی ہے کھولنا تو آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے پیارے! ہم نے تمہارے لئے بند دروازے کھول دیئے جس سے معلوم ہوا کہ جو دروازے اوروں کیلئے بند تھے وہ حضور علیہ السلام کیلئے کھول دیئے گئے اور جنت کا دروازہ شفاعت کا دروازہ ہر نعمت کا دروازہ حضور علیہ السلام کیلئے کھول دیا گیا۔

(٥) ووجدك عآئلًا فاغنیٰ (۹۳-۸)

(اے محبوب علیہ السلام) ربّ نے تم کو حاجت مند پایا۔ پس آپ کو غنی کر دیا۔

(٦) ولسوف يعطيك ربك فترضیٰ (۹۳-۵)

(اے محبوب علیہ السلام) تم کو تمہارا ربّ اتنا دے گا کہ پیارے تم راضی ہو جاؤ گے۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ ربّ نے انکو اس قدر دیدیا کہ دونوں عالم سے وہ غنی ہو گئے اور وعدہ فرمایا گیا اور بہت کچھ دینگے جب خدا دے چکا محبوب لے چکے تو ملکیت خود بخود ثابت ہوگئی پھر ان آیتوں میں یہ نہ فرمایا کہ کتنا دے کر غنی کر دیا اور کیا دے گا جس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ دیا جا چکا اور دیا بھی جائے گا جس قدر خلقت بڑھتی جائے گی عطا ہوتی جائے گی۔

(٧) وكان فضل الله عليك عظيما (۴-۱۱۳)

(اے محبوب علیہ السلام) آپ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو اقبال والا اور دولتمند ہو اس کو کہتے ہیں کہ فلاں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ اسی طرح ربّ فرما رہا ہے کہ اے محبوب آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ خیال رہے کہ ربّ نے ساری دنیا کو قلیل کہا یعنی تھوڑی ہے اور دنیا کے معنی یہی ادنیٰ (حقیر) چیز ہیں۔ ربّ نے ان پر عظیم (بڑا) فضل فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دنیا تو ملکیت محبوب کا ایک کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ حضرت سلیمان کو ساری دنیا کی بادشاہت دی مگر ربّ نے ان کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ ان پر بڑا فضل کیا جس سے معلوم ہوا کہ تخت و تاج سلیمان میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت اور سلطنت کا ایک صوبہ بلکہ ایک ضلع ہے۔

(۸) خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها وصل عليهم ان صلوٰتك سكن لهم

اے محبوب! ان کے مال میں سے صدقہ قبول فرمالو جس سے تم ان کو پاک و ستھرا فرمادو

اور انکے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ (۹-۱۰۳)

اس آیت کریمہ میں محبوب علیہ السلام کو دو حکم دیئے جارہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو توبہ کرنے والے صحابہ کرام اپنے مال کا صدقہ آپ کی بارگاہ میں پیش کررہے ہیں اس کو قبول فرماؤ اور ان کو پاک فرمادو۔ دوسرے یہ کہ ان کیلئے دعا کردو۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ جو عبادت ہے اسوقت قابل قبول ہے جبکہ حضور علیہ السلام قبول فرمالیں۔ اگر یہ پابندی نہ ہوتی صحابہ کرام کسی کو بھی دے دیتے۔ دوسرے یہ ہے کوئی بھی صرف عبادت سے پاک نہ ہوگا بلکہ پاکی تو حضور علیہ السلام کے کرم سے ملے گی کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ اس صدقہ سے آپ ان کو پاک کردو۔ تیسرے یہ کہ ربّ تعالیٰ بغیر حضور علیہ السلام کی شفاعت کے کسی کو کچھ بھی مرحمت نہیں فرماتا۔ فرمارہا ہے ان کیلئے دعا کرو۔ وہ تو اس پر بھی قادر تھا کہ بغیر حضور علیہ السلام کی دعا کے ان کو سب کچھ دے دے مگر نہیں دیتا جب محبوب سے کہلا لیتا ہے تب دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ صحابہ کرام کو اپنے اعمال پر چین نہیں آتا۔ جب تک ان اعمال کی رجسٹری حضور علیہ السلام نہ فرمائیں۔ اسی لئے قرآن فرمارہا ہے کہ تمہاری دعا سے ان کے دلوں کا چین ہوگا۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

(۹) ویحرم علیهم الخبٰئث (۷-۱۵)

(وہ نبی) لوگوں پر گندی چیزوں کو حرام فرماتے ہیں۔

(۱۰) ولا یحرمون ما حرم الله و رسوله (۹-۲۹)

اور کفار ان چیزوں کو حرام نہیں مانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام فرمائیں۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی حرام فرمانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مالک احکام ہیں۔ دیکھو کتا، گدھا، بلی وغیرہ کی حرمت قرآن میں ہم کو نہیں ملتی احادیث یعنی حضور علیہ السلام کے فرمان ہی سے ملتی ہے۔

(۱۱) وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم (۳۳-۳۶)

نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو یہ حق ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ فرمائیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔

اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ جو حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے نکاح کا پیغام حضرت زینب بنت جحش کو دیا۔ حضرت زینب بنت جحش خاندان قریش کی بڑی عزت والی بی بی تھیں۔ انہوں نے اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے اس کو منظور نہ کیا کیونکہ وہ قریشی اور بہت باعزت تھیں اور حضرت زید قریشی نہ تھے اور نکاح میں کفو کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد ان سب کو راضی ہونا پڑا اور نکاح ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مسلمانوں کی جان و مال اور اولاد کے مالک ہیں اور ایسے مالک کہ ان کے حکم کے مقابلے میں کسی کو اپنی جان و مال اور اولاد کا کچھ اختیار نہیں۔ دیکھو نکاح میں بالغہ لڑکی کی اجازت اور انکے اہل قرابت کی رضا ضرور ہوتی ہے یہ کیسا نکاح ہے کہ اس میں کسی کی ناراضی کا اعتبار نہ کیا گیا۔ وجہ یہی ہے کہ سارے مسلمان مرد حضور علیہ السلام کے غلام ہیں اور مسلمان عورتیں لونڈیاں۔ مولا کو اختیار کیا ہے کہ جہاں چاہے لونڈی کا نکاح کر دے۔

(۱۲) قل يعبادى الذين اسرفوا علىٰ انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله (۳۹-۵۳)

فرمادو اے محبوب علیہ السلام! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔

اس آیتِ کریمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجازت دی گئی ہے کہ جہاں بھر کے مسلمانوں کو اپنا بندہ یعنی غلام فرمائیں۔

قل یا عباد ۔ اور آپ کو اپنا غلام وہی کہہ سکتا ہے جب سب کا مالک ہو۔

مثنوی شریف میں ہے:

بندہ خود خواند احمد در رشاد   جملہ عالم رانجاں قل یا عباد

(۱۳) يا ايها الذين اٰمنوا استجيبوا الله و للرسول اذا دعاكم (۸-۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ جب تم کو بلائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت اور ان کے بلانے پر حاضر ہونا مسلمانوں پر ہر حال میں لازم ہے اور اطاعت کے واجب ہونے کی یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام سب کے مالک ہیں۔ اس آیت کی تفصیل مقدمہ میں اور پوری تفصیل شانِ حبیب الرحمٰن میں کی جا چکی ہے۔

خاتمہ

عقل حیران ہے کہ اللہ کے محبوب علیہ السلام کی کیسی سلطنت ہے اور ان کی کیا شان ہے کہ ان کے آنے سے زمانے میں انقلاب آ گیا دنیا بدل گئی ربّ نے اپنے قوانین حکومت کو بدل دیا۔ اس سے پہلے عالم میں حق تعالیٰ کی جباری کا ظہور تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد اس کی ستاری اور غفاری کی جلوہ گری ہے۔ غور تو کرو کہ پچھلی اُمتوں پر ایک ایک گناہ کرنے پر عذاب اُترا کسی قوم کی صورت مسخ کی گئی، کہیں پتھر برسے، کہیں پانی کے سیلاب سے تباہ کیا گیا، کسی کا تختہ الٹا دیا گیا، کسی کو بندر اور سور بنا کر ہلاک کیا گیا لیکن جب کفارِ مکہ نے کہا اے اللہ! اگر اسلام سچا ہے تو ہم پر پتھر برسا دے تو اس کے جواب میں پتھر نہ آئے عذاب نہ آیا دریائے غضب کو جوش نہ آیا بلکہ یہ آیت آئی:

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم (۸-۳۳)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک کہ ان میں تم ہو۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ وہ تو اسی قابل تھے کہ ان پر عذاب آ جاتا لیکن یہ اس رحمت والے کا لحاظ ہے کہ ربّ عذاب نہیں بھیجتا۔ اگر آج ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جو عیب پہلی اُمتوں میں ایک ایک کرتے تھے ہم میں وہ سب ملا کر ہیں کم تولنا، لڑکوں سے اغلام کرنا، ڈکیتیاں کرنا، غرض سارے عیوب موجود ہیں مگر نہ صورتیں بگڑتی ہیں نہ پتھر برستے ہیں نہ اور کوئی عذاب آتا ہے، یہ صدقہ ہے اس شہنشاہ کریم کا کہ دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہے۔

☆ اللهم صل علىٰ سيدنا و مولانا محمد و آله و اصحابه وبارك وسلم ☆

احادیث شریفہ کے بیان میں

۱......مشکوٰۃ باب فضائل سیّد المرسلین میں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور مجھ کو سونپی گئیں۔ معلوم ہوا کہ ربّ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام خزانہائے زمین کی کنجیاں عطا فرمائیں اور کنجی مالک ہی کو دی جاتی ہے۔ بھلا خیال تو کرو کہ زمین کے خزانوں کی کوئی انتہا ہے جو کچھ زمین پر ہے۔ انسان حیوانات، ہر قسم کے غلے ہر قسم کے پھل، سونا، چاندی، موتی، جواہرات، لعل، زمرد وغیرہ یہ سب زمین کے خزانے ہیں اور حضور علیہ السلام ان کے مالک۔

۲......مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے: اعطیت الکنزین الاحمر والابیض یعنی مجھ کو دو خزانے عطا فرمائے گئے ایک سرخ اور ایک سفید۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام سونا چاندی عطا فرما دیا گیا اور قبضہ بھی دے دیا گیا تاکہ ملکیت ثابت ہو جائے۔

۳......مشکوٰۃ شریف باب اخلاق النبی میں ہے: لو شئت لسارت معی جبال الذھب یعنی اگر ہم چاہیں تو ہمارے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر طرح مالک مختار ہیں مگر ظاہر کرنا منظور نہیں۔

۴......مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: انما انا قاسم واللہ یعطی یعنی اللہ دیتا ہے اور ہم بانٹتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز جب بھی جس کو خدا دیتا ہے وہ حضور علیہ السلام ہی کی تقسیم سے ملتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے دینے اور حضور علیہ السلام کی تقسیم فرمانے کے بغیر قید بیان فرمایا گیا نہ زمانہ کی قید نہ چیز کی نہ لینے والے کی یعنی حضور علیہ السلام کیا بانٹتے ہیں وہ جو خدا دیتا ہے اور خدا تو ہر چیز دیتا ہے۔ لہٰذا حضور علیہ السلام ہر چیز بانٹتے ہیں اور ہر چیز بانٹے گا وہی جسے مالک نے ہر چیز دی ہو حضور علیہ السلام کی ملکیت اور قبضہ ثابت ہوا۔

۵......مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ میں ہے۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے حضرت ربیعہ ابن ابی کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوش ہو کر فرمایا: سل کچھ مانگ لو۔ انہوں نے عرض کیا: اسئلك مرافقتك فی الجنة یعنی میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ارشاد فرمایا! وغیر ذٰلك کچھ اور مانگتا ہے۔ عرض کیا بس یہی۔

اس حدیث سے تین طرح حضور علیہ السلام کی بادشاہت ثابت ہوئی۔ اوّلاً اس طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا کچھ مانگو یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو اور یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کے قبضے میں سب کچھ ہو پھر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خوب سوچ کر وہ چیز مانگی جو بے مثل ہے یعنی جنت اور جنت کا درا علیٰ علیین، جہاں حضور علیہ السلام کا قیام ہو۔ دوسرے اس طرح کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اسئلك میں آپ سے مانگتا ہوں یہ نہ کہا کہ میں خدا سے مانگتا ہوں اور حضور علیہ السلام نے بھی نہ فرمایا کہ تم مشرک ہو گئے اور ظاہر بات ہے کہ چیز مالک سے مانگی جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کے مالک ہیں۔ تیسرے اس طرح کہ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کچھ اور مانگ لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے علاوہ کچھ اور دینے پر بھی قادر ہیں مگر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ جب اس باغ عالم کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے۔ خیر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ مانگیں یہ ان کی خوشی، دینے میں تو وہاں کوئی انکار نہیں۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

۶ تا ۱۰ ...... مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں چند احادیث ہیں۔

i...... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تھوڑے آٹے اور گوشت میں حضور علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن شریف ڈال دیا تو وہ تھوڑا آٹا اور گوشت سینکڑوں آدمیوں نے کھالیا۔ مگر نہ گوشت کم ہوا نہ آٹا اور نہ روٹی پکانے والی بی بی کو پکانے میں کچھ تھکن محسوس ہوئی۔

ii...... ایک غزوہ میں ایک پیالہ پانی میں ہاتھ مبارک رکھ دیا تو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے اور پندرہ سو آدمیوں نے پانی سیر ہوکر پیا اور وضو کیا۔

iii...... حدیبیہ کے کنوئیں میں پانی بہت کم تھا حضور علیہ السلام نے اس میں ایک تیر ڈال دیا جس سے اس کنوئیں کا پانی زیادہ ہوگیا۔

iv...... ایک بوڑھی عورت کو بلا کر اس کے مشکیزے کا منہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کیلئے کھول دیا وہ پانی سب کو کافی ہوا سب نے اپنے برتن بھر لئے اور خوب پی لیا مگر مشکیزہ اسی طرح بھرا رہا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر چیز کے مالک ہیں دو وجہ سے اوّل تو یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں دعوت میں ان کی اجازت کے بغیر مہمانوں کو لے گئے۔ اس بوڑھی عورت کا پانی اس کی بغیر اجازت لوگوں کو پلا دیا۔ حالانکہ اور لوگ کسی کے گھر بغیر اجازت کسی کو نہیں لے جاسکتے اور بغیر مالک کی اجازت اس کی چیز کسی کو نہیں کھلا سکتے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر شخص کے مالک ہیں اور ہر شخص انکا غلام۔ کیونکہ مالک کا حق ہے کہ اپنے غلام کا مال اسکے بغیر پوچھے خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے۔ دوسرے اس طرح کہ غور تو کرو ان انگلیوں اور مشکیزے اور کنوئیں میں پانی کہاں سے آرہا تھا؟ دراصل اس کا اس وقت کنکشن کوثر و سلسبیل سے فرما دیا اور دُنیا ہی میں وہ پانی سب کو پلا دیا اسی لئے حضور علیہ السلام کی انگلیوں کا یہ پانی آب زمزم سے افضل مانا گیا ہے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو نین کی نعمتوں کے مالک ہیں کہ اپنے غلاموں کو جس جگہ چاہیں جنت کی نعمتیں کھلا دیں۔

۱۱ ......مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ الخسوف میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: انی رایت الجنۃ فتناولت منھا عنقودا ولو اخذتہ لا کلتم منہ ما بقیت الدنیا یعنی ہم نے اس گرہن کی نماز میں جنت کو دیکھا اور اس کا خوشہ (گچھا) پکڑا اگر ہم وہ خوشہ توڑ لیتے تو تم اس کو قیامت تک کھاتے رہتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اجازت تھی کہ وہ مدینہ پاک میں کھڑے ہوئے جنت کے خوشے توڑیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا فرمادیں لیکن خود اپنے اختیار سے نہ توڑا جس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں رہ کر جنت کی ہر چیز کے مالک ہیں۔

۱۲ تا ۱٤ ......مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ ایک میدان میں حضور علیہ السلام نے استنجا فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ اس میدان میں دو درخت دُور کھڑے تھے پردہ کی غرض سے ان دونوں درختوں کو پکڑ کر ملا دیا۔ وہ درخت اونٹوں کی طرح حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چلے آئے اور ان کی آڑ میں حضور علیہ السلام نے استنجا فرمایا۔

ii......شامی باب المرتدین میں ہے حضور کے ہاتھ مبارک پر مردے زندہ ہو کر اسلام لائے حتیٰ کہ حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (اپنے والدین) کو بھی زندہ فرما کر مسلمان کیا۔

iii......اسی شامی میں اسی جگہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نمازِ عصر حضور علیہ السلام کی نیند پر قربان کر دی۔ قصہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام نمازِ عصر پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی تک عصر کی نماز نہ پڑھی تھی۔ آفتاب ڈوبتا رہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش بیٹھے رہے کیونکہ ان کا خیال تھا اگر میں نماز کیلئے اُٹھا تو حضور علیہ السلام کے آرام میں خلل واقع ہوگا۔ آفتاب ڈوب گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عصر قضا۔ حضور علیہ السلام نے بیدار ہو کر ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا، گئے ہوئے دن کو عصر بنایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گئی ہوئی عصر ادا کے ساتھ پڑھا دی۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کونین کے مالک ہیں دو وجہ سے ایک تو اس لئے کہ مرنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا اور وقت کے بعد نماز ادا نہیں ہو سکتی مگر اس سلطان کی حکومت کے صدقہ وقربان کہ اپنے ماں باپ کو ان کی وفات کے بعد ایمان دیکر انہیں صحابی بنا دیا اور ربّ نے قبول فرمالیا اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گئی ہوئی نماز ادا کرادی اور پھر لطف یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا جن لوگوں نے نمازِ عصر پہلے پڑھ لی تھی ان سے اعادہ نہ کرایا گیا۔ یہ ایک ہی وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے عصر ہے اور دوسروں کیلئے نہیں۔ ھکذا فی الشامی فی ھذا المقام

مصطفیٰ تیری شوکت پہ لاکھوں سلام

۱۵ ...... مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے کہ ایک صحابی نے جمعہ کے دن خطبے کے وقت قحط سالی کی شکایت کی۔ حضور علیہ السلام نے منبر پر ہی بارش کی دعا فرمائی۔ ابھی خطبہ ختم نہ ہوا تھا کہ بارش شروع ہوگئی۔ دوسرے جمعہ تک لگاتار بارش ہوتی رہی۔ پھر انہی صاحب نے عرض کیا کہ بارش بہت ہوچکی ہے مکان گرے جا رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے منبر پر کھڑے کھڑے اُنگلی کا اشارہ فرمایا۔ اشارہ سے بادل پھٹ گیا اور عرض کیا اے اللہ! اب ہم پر بارش نہ ہو آس پاس برسے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بادلوں پر بھی حکومت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ بلانے پر چلے آتے ہیں اور اشارہ سے لوٹ جاتے ہیں نہ مون سون ہوا کی شرط ہے نہ موسم کی قید۔

۱۶ ...... اسی مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اڑیل گھوڑے پر ایک بار حضور علیہ السلام نے سواری فرمائی تو وہ گھوڑا ہمیشہ کیلئے اچھا ہوگیا اور پھر کبھی نہ اڑا۔ معلوم ہوا کہ عالم کے جانوروں پر بھی حضور علیہ السلام کی سلطنت ہے۔

۱۷ ...... اسی مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھا۔ اس نے شرمندگی مٹانے کیلئے عرض کیا کہ میرا داہنا ہاتھ بے کار ہے۔ فرمایا کہ جا آج سے بیکار ہوگیا۔ چنانچہ اسی دن سے اس کا ہاتھ ایسا بے کار رہا کہ پھر کبھی منہ تک نہ آسکا۔ معلوم ہوا کہ انسان کے اعضاء کی قوت وحرکت حضور علیہ السلام کے حکم میں ہے۔

۱۸ ...... اسی مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ حضور علیہ السلام پر اَبر سایہ کرتا تھا اور بحیرہ راہب کے ہاں جبکہ حضور علیہ السلام دعوت میں پہنچے تو دعوت کا انتظام ایک درخت کے سایہ میں تھا اور وہ سایہ لوگوں سے بھر چکا تھا۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے تو اس درخت نے جھک کر آپ پر سایہ کرلیا۔ ہمارے ہاں کے امراء کو نوکر چاکر دھوپ میں چھتری لگاتے ہیں مگر اس بادشاہ کی سلطنت درختوں اور بادلوں پر بھی ہے کہ وہ اپنے اس مالک کو پہچان کر خدمت بجالاتے ہیں۔

۱۹ ...... مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک سوکھی بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگا کر اس سے اس قدر دودھ نکالا کہ تمام جماعت دودھ سے سیر ہوگئی۔ مالکہ کے سارے برتن بھر گئے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ایسے شہنشاہ ہیں کہ جس جگہ سے چاہیں اپنی ملکیت حاصل کرلیں۔ ہر جگہ ان کا شاہی بنک قائم ہے۔

۲۰ ...... مشکوٰۃ باب الکرامات میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں ایک بار حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تو ان کا باغ سال بھر میں دو بار پھل دینے لگا۔

۲۱ ......حاکم اور ابن عدی اور عسا کر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ اشترٰی عثمان بن عفان من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجنة یوم رومة و یوم جیش العسرة یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو قدموں پر حضور علیہ السلام سے جنت خرید کی۔ ایک تو جبکہ جب مدینہ منورہ میں سوا رومہ کے کوئی کنواں نہ تھا ۔عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو خرید کو وقف کر دیا۔ دوسرے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جب کہ مسلمان غازی بے سرو سامان تھے۔ ان کو سامان دے دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے رومہ کنوئیں کے بدلے جنت خرید لی اور حضور علیہ السلام نے بیچ دی اور جنت وہی بیچے گا جو یا تو جنت کا مالک ہو گا یا مالک کا مختار۔

۲۲ تا ۲۳ ......امام احمد ابو نعیم اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، یعنی مجھ کو دنیا کی کنجیاں عطا فرمادی گئیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام وہ کنجیاں چتکبرے گھوڑے پر میرے پاس لائے۔

۲۴......ابو نعیم نے بہ روایت ابن عباس حضرت آمنہ خاتون سے روایت کی کہ جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے سجدہ فرمایا پھر ایک سفید ابر نے حضور کو مجھ سے لیکر غائب کر دیا پھر کچھ دیر بعد آپ ظاہر ہوئے تو دیکھتی ہوں کہ حضور علیہ السلام کے مباک ہاتھ میں کنجیاں ہیں اور کوئی کہہ رہا ہے کہ فتح مندی اور نبوت کی کنجیوں پر حضور علیہ السلام نے قبضہ فرمالیا پھر دوسرا بادل آیا اور اس نے بھی حضور علیہ السلام کو مجھ سے غائب کر دیا پھر جو ظاہر ہوئے تو کوئی کہنے والا بولا:

بخ بخ قبض محمد علی الدنیا کلھا لم یبق خلق من اھلھا الا دخل فی قبضتہ

خوب خوب! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام دنیا پر قبضہ فرمالیا دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہ بچی جو حضور علیہ السلام کے قبضے میں نہ آ گئی ہو۔

اس روایت کی تائید بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ہم بحوالہ مشکوٰۃ اس فصل کے شروع میں بیان کر چکے۔ نیز آیت انا فتحنا بھی اس کی تائید کر رہی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ ساری خلقت الٰہی میں حضور علیہ السلام کی بادشاہی ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث پیش کی جا سکتی ہیں لیکن ایمان والوں کیلئے اتنی ہی کافی ہے۔

☆..................☆

ان احادیث میں تو حضور علیہ السلام کی سلطنت دنیا کی چیزوں پر ہوئی اب وہ احادیث سنئے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام احکام کے مالک ہیں جس کیلئے جو چاہیں حلال فرمائیں اور جس کیلئے چاہیں قرآنی احکام کو بدل دیں۔

۲۴......مشکوٰۃ شریف کتاب الحج کے شروع میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک بار فرمایا کہ اے لوگو تم پر حج کرنا فرض ہے لہٰذا حج کرو کسی نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ فرمایا کہ اگر ہم ابھی ہاں فرما دیتے تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا اور ہر شخص کو سال کے سال حج کرنا پڑتا۔

معلوم ہوا کہ ان کی ہاں میں کچھ تاثیر ہے۔ تمام تر قانون کے پابند ہیں مگر قانونِ الٰہی حضور علیہ السلام کے لب پاک کی جنبش کا منتظر کہ جو ان کے منہ سے نکلے وہ ربّ کا قانون بن جائے۔

۲۵......مشکوٰۃ شریف باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے تراویح با جماعت چند روز پڑھ کر چھوڑ دیں اور چھوڑنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر ہم اس کو ہمیشہ پڑھیں تو اندیشہ ہے کہ تم پر فرض ہو جائیں اور تم کو دشواری ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا عمل بھی قانون خدا بن جاتا ہے۔

۲۶......مشکوٰۃ باب مناقب میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے ایک لونڈی نے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ جب خدا تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت اس جنگ سے واپس لے آئے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گاؤں۔ فرمایا اچھا بجالو چنانچہ انہوں نے دف بجائی۔ دیکھو گانا بجانا اوروں کیلئے برا ہے لیکن حضور علیہ السلام نے ایک خاص وقت میں اس لونڈی کو اجازت دے دی۔

۲۷......مسند امام احمد بن حنبل میں صحیح حدیث علیٰ شرط مسلم میں ہے۔

حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شبعة عن قتادة عن نصر ابن عاصم عن رجل منهم رضی اللّٰہ منه انه اتی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فاسلم علیٰ انه لا یصلی الا صلوٰتین فقبل ذٰلك منه

ایک صاحب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر ایمان لائے کہ میں صرف دو ہی نماز پڑھا کروں گا۔

دیکھو مسلمانوں پر پانچ فرض ہیں مگر ان صاحب کو حضور علیہ السلام نے تین نمازیں معاف فرما دیں (ماخوذ از الامن والعلی) معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مالک احکام ہیں۔

۲۸...... مرقاۃ شرح مشکوۃ باب مناقب اہل بیت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ دوسرا نکاح کریں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علی کو اس کی اجازت نہیں ہاں اگر وہ یہ چاہتے ہیں تو فاطمہ کو طلاق دیں پھر نکاح کریں۔ غور کریں کہ قرآن کریم فرماتا ہے: فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنٰی و ثلٰث و ربٰع جس سے معلوم ہوا ہوتا ہے کہ مرد کو چار بیویوں تک نکاح میں رکھنا جائز ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے حضرت فاطمہ زاہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہ رہا۔

اسی جگہ مرقاۃ میں ہے: علیه السلام بکل حال و علیٰ کل وجه و ان تولد الایذاء مما کان اسئله مباحا و هو من صلی الله علیه وسلم یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ایذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرام ہے اگرچہ کسی حلال فعل ہی سے پہنچے اور حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے یہاں مرقاۃ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرا نکاح حرام تھا۔

۲۹...... بخاری جلد اوّل کتاب الصلح کے شروع میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام کسی جگہ مسلمانوں میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آ گیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ نماز پڑھائیں چنانچہ نماز کی جماعت قائم ہوگئی۔ عین نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے۔ مسلمان مقتدیوں نے تالی بجا کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر دی، اسی وقت صدیق اکبر مقتدی ہو کر پیچھے آ گئے اور حضور علیہ السلام امام ہوئے۔

آج اگر نماز میں کوئی بھی آ جائے اس کو وہاں ہی کھڑا ہونا ہوگا کہ جہاں جگہ مل جائے مگر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو دیکھو کہ بیچ نماز میں تشریف لے آئیں تو اسی وقت سے موجودہ امام کی امامت منسوخ اور اب حضور علیہ السلام ہی امام ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مالک احکام ہیں۔

۳۰...... بخاری جلد اوّل کتاب الجہاد باب مرض الخمس میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث ہوں اور نہ ہمارا کوئی وارث حالانکہ میراث کی تقسیم قرآن سے ثابت ہے مگر اس میراث سے حضور علیہ السلام نے اپنے کو مستثنیٰ فرمایا اور پھر اس پر عمل ہوا کہ حضور علیہ السلام کی میراث کسی کو نہ ملی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مالک احکام ہیں۔

۳۱......بخاری شریف جلد دوئم کتاب التفسیر سورۂ احزاب باب قوله فمنهم من قضٰی نحبه میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت خزیمہ انصاری کی گواہی دو گواہیوں کے برابر قرار دی۔ واقعہ تھا کہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص سواء بن حارث سے گھوڑا خرید فرمایا مگر بعد میں اس اعرابی نے اس بیع سے انکار کر دیا اور کہا میں نے یہ گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے اور عرض کیا کہ اگر آپ نے خریدا ہے تو کوئی گواہ لائیں اللہ کی شان یہ خرید و فروخت تنہائی میں ہوئی تھی۔ حضرت خزیمہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں گواہی دیتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ گھوڑا خریدا ہے آپ سچے ہیں اور اعرابی جھوٹا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا تم کیونکر گواہی دے رہے ہو۔ تم نے تو اس تجارت کو دیکھا نہ تھا عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے تو حضور علیہ السلام کی زبان سے سن کر اللہ کی وحدانیت اور جنت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ تمام کی گواہی دی اور پڑھا ہے اشهد ان لا اله الا الله تو کیا ایک گھوڑا ان چیزوں سے بھی زیادہ ہے۔ میں حضور علیہ السلام کی زبان سے سن کر گواہی دیتا ہوں۔ ان کا یہ کلام بارگاہِ نبوت میں ایسا قبول ہوا کہ ان کی گواہی دو گواہیوں کی طرح بنا دی گئی۔

غور کرو کہ قرآن کا حکم ہے کہ اشهدوا ذوی عدل منكم (۶۵-۲) کہ تم دو گواہ بناؤ مگر ان کیلئے اکیلے کو دو گواہوں کی طرح مان لیا گیا یہی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کے حکم سے علیحدہ کر دیں۔

۳۲......بخاری میں اسی جگہ ترجی من تشآء کی تفسیر میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: ما ارٰی ربك الا يسارع فی هواك میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا ربّ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ربّ تعالیٰ اپنے محبوب کی خواہشات کو دینی قوانین دیتا ہے۔

۳۳......حضور علیہ السلام نے اُم عطیہ کو ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت دی حالانکہ نوحہ یعنی مردے کو پیٹنا شرعاً حرام ہے۔ (مسلم شریف)

۳۴......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی کہ حضرت فاطمہ زاہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی وفات کے بعد غسل دیں حالانکہ شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا کیونکہ عورت کی وفات سے نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے۔ (شامی)

۳۵......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی کہ جنابت کی حالت میں مسجد میں آجایا کریں حالانکہ جنبی کو بغیر غسل کے مسجد میں آنا منع ہے۔

۳۶......ایک صاحب کے کفارے کا صدقہ خود ان ہی کو کھلایا۔

۳۷...... مسلم و بخاری میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں نہ کانٹے توڑے جائیں نہ یہاں کے شکار کو بھڑکایا جائے۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اذخر کی اجازت دی جائے کہ یہ گھاس گھر کی چھتوں میں ڈالی جاتی ہے اور لوہاروں کی بھٹی میں بجائے کوئلہ کے جلاتی ہے اور فرمایا اچھا اذخر کی اجازت ہے کہ اذخر گھاس مکہ مکرمہ کی زمین سے کاٹ لی جایا کرے۔ معلوم ہوا کہ زبان پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنبش ربّ کا قانون ہے۔

۳۸...... حضور علیہ السلام نے ہجرت فرماتے ہوئے حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہارے ہاتھ میں بادشاہ فارس کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں۔ اس فرمان کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ فاروقی میں ملک فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے طلائی کنگن حضرت سراقہ کو پہنائے گئے اور وہ کنگن آپ کے ہاتھ میں رہے۔ دیکھو مرد کو سونا پہننا حرام ہے مگر سراقہ کیلئے وہ جائز فرمائے۔

۳۹...... بخاری و مسلم میں قصہ توبہ کعب میں ہے کہ جب حضرت کعب ابن مالک پر سرکاری عتاب ہوا تو ان کی بیویوں کو حکم دیا گیا کہ تمہارا شوہر تمہارے پاس نہ آنے پائے، کوئی مسلمان ان سے کلام و سلام نہ کرے، چنانچہ اس بائیکاٹ کے زمانے میں حضرت کعب کی بیوی منکوحہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے شوہر پر کچھ عرصہ کیلئے حرام ہوگئیں۔ حالانکہ ربّ فرماتا ہے: نسآؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (۲-۲۲۳) مگر اس حکم سے حضرت کعب اس وقت خارج کر دیئے گئے۔ قسم ربّ اگر یہ عتاب اور ممانعت ہمیشہ رہتی تو کعب کی بیوی ان کی منکوحہ ہوتے ہوئے ان پر ہمیشہ حرام رہتیں۔

۴۰...... مسلم و بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمبل پر حضور علیہ السلام نے کچھ پڑھ کر دَم فرمایا۔ پھر وہ کمبل ابوہریرہ نے اپنے سینے سے لگالیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہوگیا، کبھی کوئی بات بھولتے ہی نہ تھے۔ اسی لئے آپ سے تقریباً دو لاکھ حدیثیں مروی ہیں قوت حافظہ انسان کی اندرونی طاقت ہے۔ حضور علیہ السلام کا قبضہ ظاہر و باطن پر ایسا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قوتِ حافظہ بخش دی۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

فقیر احمد یار خان کی طرف سے یہ چہل حدیث ہے جو مسلمانوں کی خدمت میں پیش ہے۔ چالیس حدیثیں جمع کرنے کے بڑے فضائل ہیں۔ میں نے اپنے آقا و مولیٰ معدن حدیث و قرآن محبوب رحمٰن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلطنت و اختیار کی چہل احادیث جمع کر دیں۔ ربّ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول فرمائیں۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیّدنا محمد
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتہٖ و ھوارحم الراحمین

غرضیکہ کیا میں اور کیا میری قابلیت کہ اس شہنشاہِ دو جہان کے خداداد اختیارات بیان کر سکوں۔ سمجھدار کیلئے اتنا کافی ہے۔

علمائے اُمت کے اقوال میں

تمام اُمت کا ہمیشہ سے اس پر اتفاق رہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں جہاں کے مالک ہیں اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنت مانگی، قحط سالی کی شکایت کی جسکے حوالے دوسری فصل میں گزر گئے اور اگر کسی سے کوئی قصور ہو جاتا تو معافی چاہنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آتے چنانچہ مشکوٰۃ باب الحدود میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک شرعی قصور ہو گیا تو بارگاہِ نبوت میں آ کر عرض کیا کہ طهرني يا رسول الله حبيب الله مجھے پاک کر دو۔ اسی مشکوٰۃ باب التصاویر میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اتوب الى الله و الىٰ رسوله میں اللہ و رسول سے توبہ کرتی ہوں۔

غرض ہر مصیبت دفع کرانے اور ربّ کی رحمت لینے کیلئے حضور علیہ السلام ہی کے دروازہ پاک پر آتے تھے اور حضور علیہ السلام بھی ان سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تمہاری طرح مجبور ہوں مجھ سے کیوں مانگتے ہو، جاؤ مسجد میں بیٹھو اور ربّ سے مانگو بلکہ ان کی بات قبول فرماتے اور انکی حاجت روائی فرماتے تھے اور کیوں نہ ہوتا صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں خود بخود نہ آتے تھے بلکہ انکو اور سارے جہان کو قرآن نے حکم دیا تھا کہ ہر مصیبت کے وقت نبی کے پاس جاؤ چنانچہ فرماتا ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (۴-۶۴) اے پیارے! اگر یہ لوگ جب کبھی اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کی بارگاہ میں آ جائیں پھر یہاں آ کر خدا سے معافی چاہیں اور پیارے تم بھی ان کی سفارش کرو تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن اور جاء الحق میں دیکھو۔ ادھر تو بھکاریوں کو یہ حکم ہوا کہ جاؤ محبوب سے مانگو ادھر سخی داتا کو فرمایا جا رہا ہے واما السآئل فلا تنهر (۱۰-۹۳) اے پیارے! اپنے کسی بھکاری کو نہ جھڑکنا بلکہ انہیں کچھ دے کر رخصت کرو۔ کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ۔

لج پال پریت کو توڑت ناہیں　　جو ہاتھ پکڑیں وہ چھوڑت ناہیں
گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں　　لج پال پریت کو توڑت ناہیں

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مالک مانا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد عالم علمائے اسلام اور مشائخ عظام اور عام مسلمان اپنی غزلوں اور قصیدوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگتے رہے اور مانگتے ہیں اور اپنے وظیفوں اور عملوں میں مدد مانگنے کے پابند ہیں اور اپنی کتابوں میں صاف فرماتے رہے کہ حضور مالک ہیں۔ اگر ان کی فہرست پیش کروں تو دفتر بھر جائیں۔ کچھ نمونے کے طور پر بتاتا ہوں۔

(۱) اشعۃ اللمعات باب السجود میں حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمتو کرامت اوست ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیاد ہرچہ میخواہی تمنا کن

یعنی سارے کام حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں ہیں جس کو بھی چاہیں اپنے ربّ کے حکم سے دے دیں

اگر دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری اسی باب میں اسی حدیث کی شرح میں یہی مضمون لکھ کر فرماتے ہیں: فیعطی لمن یشآء حضور علیہ السلام جس کو جو چاہیں وہ دے دیں۔

ان عبارتوں نے فیصلہ کر دیا کہ دنیا و آخرت کی ہر چیز کے مالک حضور علیہ السلام ہیں۔ سب کچھ ان سے مانگو عزت مانگو، ایمان مانگو، جنت مانگو، اللہ کی رحمت مانگو۔

(۳) تفسیر کبیر جلد سوم پارہ سات سورۂ انعام میں زیر آیت ولو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو خدا نے اس قدر علم معرفت دیا ہے کہ وہ حضرات مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی جانوں پر حکومت کرتے ہیں اور ان کو اتنی قدرت دی ہے کہ ظاہر پر بادشاہت کرتے ہیں اس عبرت میں خلق فرمایا یعنی عرش و فرش جو بھی اللہ کی مخلوق ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکومت میں ہے۔

(٤) امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ الجواہر المنظم کے صفحہ ۴۲ پر فرماتے ہیں: هو صلى الله عليه وسلم خليفة الله الاعظم الذى جعل خزائن كرامتهٖ و مواعد نعمهٖ طوع يديه و ارادتهٖ يعطى من تشآء ما يشآء

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بڑے خلیفہ ہیں کہ ربّ کے خزانے اور اس کی نعمتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادے میں ہیں جس کو چاہیں دے دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام خزانۂ خداوندی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ ۴۶۳ میں فرماتے ہیں کہ قدرت و سلطنت دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ بر آں بود، ملک و ملکوت جن وانس تمام عوالم بہ تقدیر تصرف الٰہی عزّ وجل در محیط قدرت وتصرف دے بود

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت اس سے بھی زیادہ پر ہے۔ ملک اور ملکوت جن وانس اور سارے عالم ربّ کی عطا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ وقدرت میں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سارے عالم ملکوت، عالم ارواح، عالم اجسام اور عالم امکان غرضیکہ ساری مخلوق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بادشاہی ہے۔

خالق کل نے آپ کو مالک بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ اختیار میں

(٦) علامہ یوسف ابن اسمٰعیل شواہد الحق کے صفحہ ۱۵۳ پر فرماتے ہیں: اما کونه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعطی و یمنع و یقضی حوائج السائلین و یفرج کربات الکروبین و انه یشفع و یدخل الجنة من یشآء

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیتے اور منع کرتے ہیں اور سائلوں کی حاجت روائی کرتے ہیں مصیبت زدوں کی مصیبت دُور کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور جس کو چاہیں گے جنت میں داخل کریں گے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام حاجت روا ہیں، بے کسوں، مصیبت زدوں کے رنج وغم دُور فرماتے ہیں۔

(۷) امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ جلد اوّل صفحہ ۴۶ پر فرماتے ہیں: الا بابی من کان ملکا و سیدا وآدم بین الطین والماء واقف اذا اراد امرا لا یکون خلافه و لیس لذٰلك میرے ماں باپ اس شہنشاہ پر قربان جو اس وقت سے بادشاہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں جلوہ گر تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ چاہ لیں تو اسکے خلاف نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ان کو روک سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے ہی سے سلطان کونین ہیں اور آپ کی زبان کن کی کنجی ہے۔

فقط اشارے میں سب کو نجات ہو کے رہی — تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
جو شب کو کہہ دیا دن ہے تو دن نکل آیا — جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

(۸) امام قسطلانی مواہب لدنیہ جلد اوّل صفحہ ۱۹۵ پر فرماتے ہیں: وكنته ابو القاسم لانه يقسم الجنة بين اهلها حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنت ابوالقاسم ہے کیونکہ جنتی لوگوں کو جنت بانٹتے ہیں۔

(۹) تقی الدین سبکی شفاء السقام میں صفحہ ۱۶۵ پر فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون فی الجنة مثل الوزیر من الملك بغیر تمثیل لا تسل الیٰ احد شئ الا بواسطتہ یعنی بغیر تشبیہ یوں سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہوں گے جیسے بادشاہ کا وزیر کہ کسی تک کوئی چیز بغیر آپ کے ذریعے کے نہ پہنچے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت دنیا میں تو کیا جنت میں بھی ہوگی کہ جنت کی ہر نعمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر کسی کو بھی نہ مل سکے گی۔

(۱۰) امام قسطلانی مواہب لدنی جلد اوّل صفحہ ٦ پر فرماتے ہیں:

هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خزانة السرور موضع نفوذ الامر فلا ينفذ الامر الا منه

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں احکام الٰہیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں سے جاری ہوتے ہیں۔

(۱۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ ٦٥٦ پر فرماتے ہیں: آنحضرت متولی امور مملکت الٰہیہ وگماشتہ درگاہ الٰہی بود کہ تمام امور واحکام کون ومکان بوے مفوض بود کدام دائرہ مملکت واسع تر از دائرہ مملکت وسلطنت بے بود یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطنت الٰہی کے منتظم اور مقرر کردہ حاکم ہیں۔ دنیا کے سارے کون ومکان کے احکام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد ہیں۔ ان سے بڑھ کر کون سی سلطنت ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی بادشاہی تمام بادشاہوں سے بڑی ہے۔ حضرت سلیمان وسکندر ذوالقرنین کی سلطنتوں سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کی سلطنت ہے۔

(۱۲) امام بوصیری قدس سرہٗ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

فان من جودك الدنيا و ضرتها ...... و من علومك علم اللوح والقلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا وآخرت آپ کی سخاوت سے تھے اور لوح وقلم کے علم آپ کے علموں کا ایک حصہ ہیں۔

(۱۳) امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

انا طامع بالجود منك و لم يكن ...... لابی حنيفة فی الانام سواك

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کی دین یعنی عطا کا اُمیدوار ہوں اور خلقت میں ابوحنیفہ کا آپ کے سوا کوئی نہیں۔

(۱٤) دلائل الخیرات کے تمام دُرود مستند ہیں۔ تمام اُمت میں مقبول علماء و اولیاء اس کے ہمیشہ سے عامل رہے۔ اس سے پنج شنبہ کے حزب میں درود ہے:

اللهم صل علىٰ محمد ماء الرحمته و ميمى الملك و دل الدوام لسيّد الكامل

اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دورد بھیج جن کا نام محمد ہے جس سے دال دوام یعنی ہمیشگی کی دال ہے اور ح رحمت کی اور میم ملکیت کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ محمد کے حرفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں جہاں کے ہمیشہ سے مالک ہیں اور رحمت والے مالک ہیں کیونکہ اس میں ایک ح ہے اور ایک دال دو میم ہے۔ دو میموں سے مراد دونوں ملکوں کی بادشاہت اور دال سے مراد دوام یعنی ہمیشہ کی بادشاہت اور ح سے مراد رحمت یعنی رحمت والی بادشاہت۔

(۱۵) مثنوی شریف میں ہے:

صورتش برخاک جہاں دار لامکاں ——— لا مکاں برتر زوہم سا لکاں
بل مکاں و لامکاں در حکم او ——— ہم چو درحکم بہشتی چار سو
ہر دمے اور دیر کے معراج خاص ——— بر سر فرقش نہد حق تاج خاص

حضور علیہ السلام کا جسم پاک تو زمین پر رہا اور جان پاک لامکاں میں جو کہ اولیاء اللہ کے وہم گمان سے دور ہے
بلکہ مکان و لامکاں ان کے حکم میں ایسے ہیں جیسے جنتی آدمی کے حق میں چاروں نہریں ہوں گی۔
وہ ہر وقت معراج خاص میں رہتے ہیں اور حق تعالیٰ ان کے سر پر خاص تاج رکھتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مکاں و لامکاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم میں ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطان کونین ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر وقت معراج اور عالم بالا کی سیر ہوتی رہتی ہے کہ کبھی خواب میں اور کبھی نماز میں اور کبھی ویسے ہی جنت دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں جس کے حوالے دوسری فصل میں گزر گئے۔ اس قسم کی صدہا عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اسی پر قناعت کرتا ہوں بزرگانِ دین بلکہ صحابہ کرام ربّ کی عبادت میں حضرت کو بھی راضی کرنے کی نیت کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا کہ عبادت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرنا ریا یا شرک نہیں بلکہ عبادت کی روح ہے۔ آپ دوسری فصل میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام کو امام بنایا۔ دیکھو عبادت تو ربّ کی ہے مگر اس میں تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جارہی ہے۔

تفسیر خازن وروح البیان پارہ نمبر ۲۲ میں زیر آیت و اتینا داود زبورا ایک حدیث نقل کی کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ آج رات ہم نے تمہاری تلاوت قرآن مجید سنی تم کو ربّ نے داؤدی آواز عطا کی ہے تو حضرت موسیٰ اشعری نے عرض کیا کہ واللہ مجھے خبر ہوتی کہ میرا قرآن صاحبِ قرآن سن رہے ہیں تو اور بھی خوش الحانی سے پڑھتا۔

دیکھو تلاوت قرآن مجید عبادتِ الٰہی ہے مگر ایک صحابیِ رسول اس حالت میں بھی حضور علیہ السلام کو خوش کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔

اسی تفسیر روح البیان پارہ نمبر ۱۱ سورہ یونس میں زیر آیت ان اجری الا علی اللہ و امرت ان اکون من المسلمین ہے کہ حضرت رابعہ حدود یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزانہ ایک ہزار نفل پڑھا کرتی تھیں اور کہتی تھیں میں ان کا ثواب نہیں چاہتی صرف یہ خواہش ہے کہ مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو جائیں اور روزِ قیامت جماعتِ انبیاء سے فرمائیں کہ دیکھو یہ میری اُمت کی ایک عورت کے عمل ہیں۔

سبحان اللہ! عشق والوں کے انداز نرالے ہیں، حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و من یخرج من بیتہٖ مهاجرا الی اللہ و رسولہٖ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ (۴-۱۰۰)

اور جو اپنے گھر سے اللہ ورسول کی طرف ہجرت کر کے نکلا پھر اس کو موت آ گئی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا۔

ہجرت کرنا ربّ کی راہ میں وطن کو چھوڑنا عبادت ہے مگر ہجرت میں خدا اور رسول دونوں کو راضی کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ (۹-۶۲)

اور اللہ ورسول اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو راضی کریں۔

معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل میں یہ نیت کرنا کہ اس عمل سے اللہ اور رسول راضی ہوں عمل کو زیادہ قابل قبول کر دیتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ نیک اعمال میں ربّ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت نہ شرک ہے نہ حرام، اسی لئے نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کرنا واجب ہے السلام علیك ایها النبی کلمہ اور اذان میں ہر جگہ حضور علیہ السلام کا نام پاک داخل ہے۔

﴿چوتھی فصل﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت پر مخالفین کے اقوال

اب میں دیوبندیوں اور وہابیوں کے پیشواؤں سے پوچھتا ہوں کہ بولو اس بارے میں کیا کہتے ہو رب کی شان کہ مخالفین کے بڑے بھی اس کے متعلق یہی کہہ گئے ہیں، ملاحظہ ہو۔

۱.....ترجمہ صراط مستقیم اردو خاتمہ تیسرا افادہ صفحہ ۱۰۳ پر بانی مذہب وہابیہ دیوبندیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں.....اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناسب رتبہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے ماذون مطلق اور مجز ہوتے ہیں بس فیصلہ ہی کر دیا کہ اللہ کے بندوں کو دونوں جہان میں ہر طرح حکومت کرنے کا رب تعالیٰ کی طرف سے اختیار عام حاصل ہوتا ہے۔

۲.....یہ ہی مولوی اسمٰعیل صاحب اسی جگہ فرماتے ہیں.....مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے لہٰذا مولوی اسمٰعیل صاحب کے فتوے سے میں کہہ سکتا ہوں کہ عرش سے فرش تک میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت ہے یہی میں کہتا ہوں۔

۳.....مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمد کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

مدد اسی سے مانگی جاتی ہے جس کے قبضہ میں کچھ ہو۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں۔

٤.....دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب ادلہ کاملہ صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔ آپ اصل میں مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم القصہ آپ ہی اصل مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب تھا۔

الحمد للہ کہ مولوی صاحب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مالک مانا اور عالم اللہ کے سوا کو کہتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ عرش و فرش، لوح و قلم سب میرے شہنشاہ کی ملکیت ہیں۔

۵......صراط مستقیم دوسری آیت کے پہلے افادہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب صفحہ ۶۰ پر فرماتے ہیں......اور حضرت مرتضٰی کیلئے شیخین پر ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا، مقامات ولایت بلکہ قطبیت وغوثیت اور ابدالیت اوران ہی جیسی خدمات آپ کے زمانے سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کا دخل ہے جو عالم ملکوت کے سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری اور باطنی دنیا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبضہ ہے اور قیامت تک رہے گا یعنی بعدِ وفات بھی دنیا کے مالک ہیں اور لوگوں کو سلطنتِ غوثیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے ملتی ہے۔

سبحان اللہ! یہاں تو یہ فرماگئے اور یہی مولوی اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان میں لکھتے ہیں......جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں، شاید یہ باتیں شدھی ہونے سے پہلے لکھی ہوں گی اور تقویت الایمان بعد میں۔

۶......دیوبندی علماء کے پیرومرشد حاجی امداداللہ صاحب فرماتے ہیں:

جہاز اُمت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی رنج وراحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضے میں ہے اور آپ نفع ونقصان کے مالک ہیں۔

بطورِ نمونہ چند اقوال نقل کردیے اس سے بھی زیادہ پیش کیے جاسکتے ہیں۔

﴿پانچویں فصل﴾ سلطنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عقلی دلائل

۱ ...... دنیاوی کاروبار آخرت کا نمونہ ہیں۔ اس کی تحقیق جاء الحق میں دیکھو اور دنیاوی بادشاہ تو اپنے مقرر کئے ہوئے حکام کو اپنی بادشاہت کا مختار کر دیتے ہیں اور ان کو عام اختیارات دیا کرتے ہیں جن کی وجہ سے وہ حکام کہا کرتے ہیں کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں پھر جس درجہ کا حکم ہو اسی درجہ کے اس کے اختیارات ہوتے ہیں۔ تھانیدار کو معمولی اختیارات، کپتان پولیس کو اس سے زیادہ، ڈپٹی کمشنروں کو اس سے زیادہ پھر گورنر کو اور زیادہ پھر وائسرے کو سارے ملک کے اختیارات پھر وزیر اعظم کو ساری سلطنت کے تمام سیاہ وسفید کے اختیارات مگر ان اختیارات سے نہ تو بادشاہ کی سلطنت میں کمی آئی اور نہ کوئی چیز اس کی سلطنت سے نکل گئی بلکہ بادشاہ ان تمام چیزوں کا اصلی مالک رہے گا اور دیگر لوگ اس کی طرف سے عارضی مالک۔

اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنی بادشاہت میں ملائکہ اور خاص انسانوں کی دنیا کیلئے لوح محفوظ قائم کی جس میں عالم کے سارے واقعات لکھ دیئے کہ وہ حضرات اسکو دیکھیں اور اسکے مطابق عمل کریں انہی اختیارات کی وجہ سے وہ حضرات کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں کر سکتا ہوں۔

قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کو نقل فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اندھوں کو انکھیارا، مردوں کو زندہ اور کوڑھیوں کو اچھا کر سکتا ہوں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میں تم کو پاک بیٹا دینے آیا ہوں۔ قرآن نے فرمایا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام مسلمان کو پاک فرماتے۔ ان کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں وہ غریبوں کو غنی کرتے ہیں۔ دیکھو اس کتاب کا مقدمہ اور جاء الحق۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بلاد اللہ ملکی تحت حکمی ...... ووقتی قبل قلبی قد صفالی

اللہ کے سارے شہر میرا ملک اور میری حکومت میں ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

وما منها شهورا او دهورا ...... تمروا تنقضی الا اتی لی

کوئی مہینہ اور کوئی وقت ایسا نہیں جو ہماری اجازت بغیر دنیا میں گزر جائے۔

پھر فرماتے ہیں:

و کل ولی له قدم و انی ...... علی قدم النبی بدر الکمال

یہ درجہ اور یہ بادشاہت مجھ کو اس کے صدقہ میں ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتے ہیں
میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں یعنی میرا سر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پاک پر ہے
اس کی برکت سے مجھ کو رب نے عزت دی۔

اب بتاؤ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت کا کیا کہنا ہے ان تمام باتوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ ربّ کی سلطنت میں کسی قسم کی کوئی کمی آئے گی نہیں بلکہ وہ حقیقی اور یہ حضرات اس کے مقرر کرنے سے اس کے خادم اور مالک مجازی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ وزیر اعظم لہٰذا کونین کے مالک ومختار۔

۲.....سب کو معلوم ہے کہ موت کے وقت ملک الموت کو دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں اور زندگی میں جس وقت بھی ایمان لائے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے قبول ہے یعنی مرنے والے کیلئے موت کا وقت توبہ کے دروازے بند ہونے کا ہوتا ہے اور موت سے پہلے یہ دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کیلئے چاہیں اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کردیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو جس کیلئے چاہیں بعدِ موت بھی دروازہ کھول دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کردیں۔

دیکھو اپنے والدین ماجدین کو ان کے انتقال کے بعد زندہ فرما کر اسلام سے مشرف فرمادیا جس کا ثبوت پہلے گزر چکا اور اس کی تحقیق حضرت امام جلال الدین سیوطی اور علامہ شامی نے خوب فرمائی ہے اور ثعلبہ ابن حاطب نے ایک بار زکوۃ دینے سے انکار کیا ناگوار خاطر ہوا۔ پھر ثعلبہ زکوۃ لے کر عاجزی کرتا ہوا حاضر ہوا مگر منظور نہ ہوئی پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں زکوۃ لایا مگر وہاں بھی نامنظور ہوئی پھر زمانہ فاروقی میں پھر خلافت عثمانی میں زکوۃ پیش کرتا رہا مگر کسی خلیفہ نے قبول نہ فرمائی۔ یہی جواب دے دیا گیا کہ جس کی زکوۃ حضور علیہ السلام نے رد کردی ہو، ہم میں جرأت نہیں کہ اس کو قبول کرلیں۔ اسکے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ومنهم من عٰهد الله لئن اٰتٰنا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصلحين (۹-۷۵) دیکھو تفسیر کبیر اور روح البیان اسی آیت کی تفسیر.....غور کرو ابھی ثعلبہ زندہ تھا۔ ظاہر میں اس کیلئے توبہ کا دروازہ بند نہ ہوا تھا چاہئے تھا کہ اس کی توبہ قبول ہوجاتی مگر چونکہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں نے اس کا دروازہ بند کردیا تو بند ہی رہا۔ اختیار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلیم کے غضب سے خدا کی پناہ۔

۳.....دستور یہ ہے کہ اپنی چیز کا مالک اپنا پیارا ہوتا ہے کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ربّ کے ایسے پیارے ہیں کہ جو ان کی غلامی کرلے وہ بھی اللہ کا محبوب ہوجاتا ہے۔ فاتبعوني يحببكم الله لہٰذا ربّ کی ہر چیز محبوب کی ہے۔ ولسوف يعطيك ربك فترضى (۹۳-۵)

۴......حضور علیہ السلام پر زکوۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی کتاب۔ زکوۃ کیوں فرض نہیں اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ تمام عالم کے مسلمان مرد اور عورتیں حضور علیہ السلام کے لونڈی غلام ہیں اور اپنے غلام اور لونڈی کو زکوۃ نہیں دے سکتے لہٰذا حضور علیہ السلام کسی کو زکوۃ نہیں دے سکتے کیونکہ لینے والا کوئی نہیں۔ مصرف نہ ملنے کی وجہ سے آپ پر زکوۃ فرض ہی نہ کی گئی۔

۵......انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ انی جاعل فی الارض خلیفة (۲-۳۰) اور خلیفہ وہ ہوتا ہے جو دراصل مالک کا نائب ہو کر اس کے ملک میں حکومت کرے جس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں کہ جب رب تعالیٰ بلاواسطہ احکام نہیں بھیجتا۔ تب اس کی نیابت میں خلق پر حکومت فرماتے ہیں اسی لئے علماء کو نائب الٰہی کہا جاتا ہے اور نائب اپنی نیابت کے وقت مالک ہوتا ہے۔

۶......ساق عرش پر اور جنت میں طوبیٰ کے پتوں پر حوروں کی پیشانیوں اور غلمانوں کے سینوں پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور قاعدہ ہے کہ چیز پر بنانے والے اور مالک کا نام لکھا جاتا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ جنت اور عرش کا بنانے والا اللہ اور مالک محمد رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں جس کی چیز اسی کا نام بلکہ دنیا کی چیزوں پر قدرت نے حضور نام لکھا ہے میرے پاس ایک پتھر ہے بابو اللہ دتہ صاحب سیکرٹری انجمن نے کشمیر کے علاقے کے ایک دریا سے پایا، اس پر صاف لکھا ہے محمد اور اوپر سے پتھر کو سبز کیا گیا ہے۔ اس پر قدرت نے فیروزی رنگ سے محمد لکھا ہے۔

دہلی میں رائے سینا بن رہا تھا تو ایک سنگ مرمر کو آرہ مشین سے چیرا گیا اسکے بیچ میں لکھا محمد اس کا فوٹو بھی میرے پاس ہے جس کا جی چاہے اس پتھر کی اور اس فوٹو کی زیارت کرے لوگ اس پتھر کی میرے پاس آ کر زیارت کرتے ہیں۔ کہئے جناب! اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک نہیں تو چیزوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام قدرت نے کیوں لکھا؟ بلکہ کچھ سال بیشتر جبل پور کے کلکٹر نے بھی اس کی تصدیق کی ہے اور وہاں عام باشندوں نے بھی دیکھا تھا۔ گجرات میں بھی اس کے دیکھنے والے ماسٹر محمد عارف صاحب اب تک موجود ہیں اور اس کو خواجہ حسن نظامی مناوی نے اخبار اور علیحدہ ٹریکٹ میں بھی شائع کیا تھا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اچانک تیز روشنی ہوئی لوگوں نے اوپر کو دیکھا تو آسمان پر خط نوری سے لکھا ہوا تھا محمد اور ان حرفوں سے نور نکل آتا تھا تقریباً ایک منٹ تک باقی رہا۔ ۱۹۶۲ء کو میں منٹگمری میں نے بکری کے بچہ کے پیٹھ پر لفظ محمد دیکھا تھا۔ سبحان اللہ آنکھیں ہوں تو اب بھی ان کی سنت دیکھ لو...... اللهم صل علىٰ محمد و علىٰ آلهٖ و اصحابهٖ و بارك وسلم

۷......معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کونین کی سیر کرائی۔ لامکاں کا مکیں بنایا کیوں اسلئے کہ کبھی بادشاہ اپنے ملک کی سیر فرمانے کیلئے دورہ فرماتے ہیں آج اس سچے شہنشاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلطنت کا دورہ فرمایا۔

۸......آج دنیاوی بادشاہوں کو لوگ برا بھلا کہہ لیتے ہیں۔ اخباروں میں ان پر اعتراضات چھپ جاتے ہیں مگر کسی دل میں یہ ہمت نہیں کسی زبان میں یہ طاقت نہیں کہ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف زبان چلا سکے اور جو کوئی گستاخی کرتا ہے اور وہ سزا پاتا ہے۔ اس کی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان شہنشاہ کی حکومت دل و جان پر ہے اور قیامت تک رہے گی۔ ربّ تعالیٰ ہم کو وفادار رعایا بنادے اور بغاوت سے بچائے۔ آمین یا ربّ العالمین

۹......دنیاوی بادشاہ اپنے نوکروں کو تنخواہیں دیا کرتے ہیں اور آج تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے در سے لاکھوں آدمی تنخواہ پاتے رہے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ مولوی پیر و مشائخ جو دنیا میں عیش کی زندگی بسر کر رہے ہیں یہ کیا کرتے ہیں کیا انہیں کوئی لکڑی کا لوہے کا کپڑے کا ہنر آتا ہے، کوئی مزدوری کرتے ہیں، یہ حکیم یا ڈاکٹر ہیں آخر یہ کیا کرتے ہیں اور کس چیز کی اُجرت پاتے ہیں کہ ان کی عزت بھی ہے ان کو عیش بھی حاصل ہے۔ مسلمان ان کی خدمتیں کرتے ہیں۔ اجمیر شریف، پیران کلیر بغداد میں یہ رونقیں کیوں لگی ہیں۔ بس صرف اسلئے کہ یہ تمام حضرات اس مدینے والے شہنشاہ کے خدام اور نوکر ہیں۔ یہ ہی سمجھ کر مسلمان انکی خدمت کرتے ہیں۔ مسلمان کے حبیب اس شہنشاہ کے خزانوں کے دروازے ہیں۔ ان کا نام لیتے ہیں کھاتے ہیں عیش اُڑاتے ہیں۔ اللہ اس دربار کو آباد رکھے کہ ہم بھکاریوں کا اس دروازے کے سوا اور کہیں ٹھکانا نہیں۔

اے وہابیو! اور اے دیوبندی مولویو! خدا کیلئے نمک حلال بنو جس کے نام پر کھاتے کماتے ہو اس میں عیب نہ ڈھونڈو بلکہ اس کے نام کے گیت گاؤ۔ اللہ تم کو ہدایت دے اور ہم کو قائم رکھے بلکہ کونسل کے ممبر اور اسلامیہ سکول بھی ظاہر ظہور اسی شہنشاہ کے دربار کے بھکاری ہیں۔ یہ ممبر تو اسلام کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں اور یہ اسکول اسلام کے نام پر مسلمانوں کے صدقات خیرات حاصل کرتے ہیں۔ ان کو بھی لازم ہے کہ کونسل میں پہنچ کر اسلام کی خیر خواہی کریں اور اسلامیہ اسکولوں کو صحیح معنوں میں اسلامیہ اسکول بنادیں اور مجھ فقیر کیلئے بھی دعا کریں کہ ربّ تعالیٰ صحیح معنیٰ میں مسلمان بنادے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

آمین یا ربّ العالمین

ابھی ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں ہندوستان میں مسلم لیگ نے بے مثل کامیابی حاصل کی جسکی مثال نہیں ملتی۔ یہ فتح نہ مسٹر جناح کی تھی نہ کسی اور شخص کی بلکہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کی فتح ہوئی کہ مسلمانوں نے لفظ مسلم کو ووٹ دیئے۔ اسی راج والے تخت والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ڈنکے کونین میں بج رہے ہیں۔

نوٹ ضروری...... اس مسئلے پر جس قدر اعتراضات کئے گئے ان سب کی وجہ یہ ہے کہ معترضین نے اس مسئلے کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ ربّ کی ملکیت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں فرق نہیں کر سکتے تو چیخ اُٹھے کہ اگر حضور علیہ السلام کونین کے بادشاہ ہیں تو پھر خدا کا کیا رہ گیا کہ عالم کے دو مالک ہو گئے یا پھر حضور علیہ السلام ربّ سے بے پرواہ ہو گئے حالانکہ ہر بندہ ربّ کا حاجتمند ہے۔ اسکو پہلے باب میں بھی سمجھا چکے ہیں اور پھر بھی عرض کر دینگے۔ اب تک مخالفین جس قدر اعتراضات کر سکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں اور آئندہ جو اعتراضات پیدا ہوں گے ان کے جوابات اِن شاءَ اللہ اسی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں دیئے جائیں گے۔

اعتراض ۱...... قل لا اقول لکم عندی خزآئن اللہ (۶-۵۰) اے محبوب! تم فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے پاس کچھ بھی نہیں پھر مالک ہونے کے معنی۔

جواب...... اس اعتراض کے چند جوابات ہیں۔ اوّل یہ کہ اس آیت میں خزانے کا مالک ہونے کا انکار نہیں بلکہ دعویٰ کرنے کی نفی ہے یعنی لوگوں سے کہتا نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں کیونکہ دعویٰ وہ کیا کرتا ہے جس میں ضبط کی طاقت نہ ہو ربّ نے جس طرح انکو اتنی بڑی بادشاہت دی ہے اسی طرح ان کو ضبط کی طاقت بھی عطا فرمائی ہے جس خزانے میں زیادہ قیمتی مال ہوتا ہے اس کے دروازے پر زیادہ مضبوط قفل ہوتا ہے زبان دل کا دروازہ ہے۔

لب خموش و در دل رازہا   بر دہانش قفل و دل پر از آوازہا

دوسرے یہ کہ اس آیت میں خزانوں کے پاس ہونے کا انکار ہو سکتا ہے نہ کہ مالک ہونے کا خزانہ خزانچی کے پاس ہوتا ہے مگر مالک کی زبان اور قلم پر ہوتا ہے شہنشاہ اپنے پاس روپیہ نہیں رکھتے جہاں ان کا فرمان پہنچا خزانچی نے فوراً روپیہ ادا کیا۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ ہم مالک ہیں خزانچی نہیں۔ ہماری ہاں اور ناں میں سب کچھ ہے کیا نہ پڑھ چکے کہ اشارے پر بادل برسے اور اشارے پر ہی کھل گئے۔

تیسرے یہ کہ اس آیت میں منافقوں اور کفار سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے منافقو تم چور ہو اور ڈاکوؤں سے خزانے چھپائے جاتے ہیں یہ راز صاحب اسرار لوگوں کو بتائے جاتے ہیں اسی لئے مسلمانوں سے فرمایا: اتیت مفاتیح خزائن الارض ہم کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ جس کے حوالے پہلے باب میں گزر چکے۔

چوتھے یہ کہ خزائن اللہ کہتے ہیں پیدا کرنے کو یعنی معدومات کو موجود کرنا اور مخلوق کے خزانے میں پیدا کی ہوئی چیزوں کو جمع کرنا جیسے ٹکسال کہ اس میں روپیہ بنتا ہے اور خزانہ کو اس میں بنا ہوا روپیہ رہتا ہے۔ رعایا میں سے کوئی اپنی ٹکسال نہیں بنا سکتا اگر سکہ بنائیگا تو مجرم ہوگا اور بنے ہوئے روپیہ کا ہر شخص خزانہ بنا سکتا ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے: وان من شئ الا عندنا خزائنه و ما ننزله الا بقدر معلوم (۱۵-۲۱) یعنی ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں مگر ان کو ہم اندازے سے دیتے ہیں۔

اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ تمام چیزیں کسی جگہ ہیں وہاں سے نکل رہی ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم ہر چیز کے خلق پر قادر ہیں اور پیدا فرماتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ یہ فرمادو کہ میرے خزائن ایسے یعنی خلق کی قدرت نہیں یعنی میں خالق نہیں (دیکھو روح البیان یہی آیت) اب رہے مخلوق کے خزانے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔

اعتراض ۲......قرآن فرماتا ہے: قل لا املك لنفسي نفعا و لاضرا الا ماشآء الله (۷-۱۸۸) یعنی اے محبوب فرمادو کہ میں تو اپنی ذات کیلئے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں تو دوسروں کو کیا دیں گے!

جواب......معترض نے الا ماشآء الله کو نہ دیکھا آیت کا مقصود یہ ہے کہ میں بغیر ربّ کے چاہے ہوئے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہاں اس کے چاہنے اور اس کے دینے سے مالک ہوں تو ذاتی ملکیت کا انکار ہے اور عطائی کا اقرار، یہی ہم کہہ رہے ہیں تعجب ہے کہ معمولی تھانیدار جج تو آپ کو نقصان پہنچا سکے کہ آپ کو حوالات یا جیل میں بھیج دے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نفع و نقصان کے مالک نہ ہوں۔

اعتراض ۳......رب فرماتا ہے: قل لو ان عندی ما تستعجلون بہٖ لقضی الامر بینی و بینک (۶-۵۸) یعنی اے محبوب تم فرمادو کہ اگر میرے پاس وہ عذاب ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کسی پر عذاب لانے پر قادر نہیں اسی لئے اپنی مجبوری ظاہر فرمارہے ہیں کہ کفار تو عذاب مانگ رہے ہیں اور حضور علیہ السلام یہ فرمارہے ہیں۔

نیز قرآن فرماتا ہے: وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السمآء فتاتیھم بایۃ (۶-۳۵) یعنی اے محبوب اگر ان کفار کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرتا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرلو یا آسمان میں زینہ۔ پھر ان کیلئے نشانی لے آو۔اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عذاب لانے کا اختیار نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ سب لوگ اسلام لائیں مگر ایسا نہ ہوا بلکہ آپ کو اس خواہش سے روک دیا گیا۔اسی طرح ابو طالب کے ایمان کی حضور علیہ السلام نے خواہش کی مگر فرمادیا گیا: انک لا تھدی من احببت ولٰکن اللہ یھدی من یشآء (۲۸-۵۶) یعنی یہ نہیں ہے کہ جسے تم چاہو اس کو ہدایت کردو۔ ہاں اللہ جس کو چاہے ہدایت دے دے۔جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی کے ہدایت دینے کا بھی اختیار نہیں یہ مخالفین کا انتہائی اعتراض ہے۔

جواب......اس اعتراض کا منشاء صرف یہ ہے کہ مخالف نے حضور علیہ السلام کی ملکیت ربّ کے مقابلہ میں مستقل طور پر سمجھی ہے اور یہ ہمارا دعویٰ نہیں۔ان آیات میں مستقل ملکیت اور قبضہ کی نفی ہے یعنی اگرچہ چیزیں مستقل طور پر میرے قبضے میں ہوتیں تو میں لے آتا مگر چونکہ ربّ کی مرضی نہیں کہ اے کفار ابھی تم پر عذاب آئے اس لئے فی الحال عذاب نہیں آسکتا، یا ربّ کی مرضی نہیں کہ ان کو منہ مانگے معجزات دکھائے جائیں یا کہ ابو طالب ایمان ظاہر کریں مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتے۔اگر میں ان کاموں میں ربّ کا حاجتمند نہ ہوتا بلکہ خود مستقل ہوتا تو یہ کام خود کرلیتا۔آج ہم جن چیزوں کے مالک ہیں زمین سامان وغیرہ اس میں بغیر مرضی الٰہی کچھ نہیں کرسکتے۔ربّ فرماتا ہے: وما تشآؤن الا ان یشآء اللہ تم لوگ بغیر ربّ کی مرضی کچھ چاہ نہیں سکتے۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ ہم اپنی کسی چیز کے مالک بھی نہیں بلکہ مالک حقیقی کے مقابل مالک مجازی کی ملکیت بے حقیقت ہے۔ اسی طرح آیت انک لا تھدی (۲۸-۵۶) میں ارشاد ہورہا ہے کہ اے محبوب جس کو ہم ہدایت نہ دینا چاہیں تم اس کو ہدایت نہیں دے سکتے جس کو اس سے آگے بیان فرمایا: واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم (۲-۲۱۳) اگر اس کا مقصد نہ ہو تو اس آیت کا مطلب ہوگا کہ ان ھٰذا القراٰن یھدی للتی ھی اقوم (۱۷-۹) کہ قرآن سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے، یہاں تو فرمایا کہ خدا کے سوا کوئی ہدایت نہیں کرتا اور وہاں ارشاد ہورہا ہے کہ قرآن ہدایت کرتا ہے۔

ربّ فرماتا ہے: وانك لتهدی الیٰ صراط مستقیم (۴۲-۵۲) اے محبوب یقیناً آپ سیدھے راستے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مستقل طور پر کوئی ہدایت نہیں کرتا اور ربّ کی عطا سے قرآن بھی ہدایت دیتا ہے اور صاحبِ قرآن بھی فان استطعت کی آیت میں بھی یہ فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی یہ کام بغیر ہماری مرضی کے آپ نہیں کر سکتے آج میں یہ کہ سکتا ہوں کہ بادشاہ کسی کو اس کی موت کے بغیر پھانسی نہیں دے سکتا یا بغیر مرضی الٰہی کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بالکل صحیح ہے حالانکہ بادشاہ کو پھانسی دینے، نفع ونقصان پہنچانے کا مختار بنایا گیا ہے ورنہ وہ بادشاہ کیسا اور رعایا اور بادشاہ میں کیا فرق۔ یہی یہاں بیان ہو رہا ہے بلاتشبیہ جیسے بادشاہ ربّ کا حاجت منداور رعایا کا حاجت روا ہے ایسے ہی سمجھ لو کہ اللہ کے محبوب خالق کے حاجت منداور مخلوق کے حاجت روا اور مولیٰ کے بندے اور بندوں کے مولیٰ ہیں۔

ضروری ہدایت...... اس کا خیال چاہئے کہ سوال کرتے وقت ادب کا لحاظ رہے۔ بے دھڑک منہ سے لفظ نکال دینا محرومی کی علامت ہے۔ حق تعالیٰ ان کا ربّ ہے اور وہ اس کے بندے وہ جس طرح چاہے اپنے پیاروں کو یاد فرمائے اور ان کو نوازے اور یہ حضرات جس طرح چاہیں اپنے رب سے اپنی نیازمندی کا اظہار کریں۔ ہم کمینوں، غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان بارگاہوں میں جرأت کریں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از لطف ربّ

اعتراض ٤......قرآن کریم فرماتا ہے: استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللّٰہ لھم (۹-۸۰) اے محبوب! تم ان کیلئے دعائے مغفرت کرو یا نہ کرو اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو تو اللہ ہر گز ان کو نہ بخشے گا۔ اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ منافقوں کیلئے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا بھی کریں تب بھی ربّ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔ پھر ملکیت اور محبوبیت کی وہ شان کہاں رہی جو تم بیان کرتے ہو۔

جواب ...... یہ آیت تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلیٰ شان بیان کر رہی ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو حضور علیہ السلام کے غلاموں کو طعنے دیکر آقا کے دل کو ایذا پہنچاتے تھے چنانچہ اس سے پہلے یہ آیت ہے: الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقٰت (۹-۷۹) یعنی جو لوگ صدقے کرنے والے لوگوں کو عیب لگاتے ہیں۔ الخ معلوم ہوا کہ وہ لوگ بارگاہِ نبوت کے مجرم ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ اے محبوب انہوں نے آپ کو ایذا دی ہے اسلئے ہم ان کے قصور معاف نہ فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ جو مصطفیٰ علیہ السلام کی بارگاہ کا مجرم ہو جائے اس کی کہیں اپیل ہی نہیں اور اس کو کہیں بھی پناہ نہیں ملتی۔ یہ ہی اس آیت کے معنی بتائے جا رہے ہیں۔ ذٰلک بانھم کفروا باللّٰہ و رسولہٖ (۹-۸۰) یہ اس لئے ہے کہ وہ اللہ و رسول کے منکر ہو گئے۔

لطیفہ......محبوب کا حسن بے اختیار ہوتا ہے اور چاہنے والے کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کے مجرم کو کبھی نہ معاف کرے۔ حضور علیہ السلام رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آپ کی رحمت بے اختیار ہے کوئی کیسی ہی خطا کرے مگر کرم فرمانے میں تامل نہیں۔ ربّ کی محبت یہ ہے کہ ان مجرموں کو کبھی نہ بخشے کیونکہ وہ محبوب کے مجرم ہیں اور ان لوگوں کو نہ بخشنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی ہے۔

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد   محمد جو پکڑے نہیں چھوٹ سکتا

یعنی جو اللہ کی پکڑ میں آ گیا حضور علیہ السلام اس کی شفاعت فرما کر ربّ سے معافی دِلا دیں مگر جو شفیع المذنبین کی پکڑ میں آ گیا اس کیلئے اب کون سفارش کرے اس لئے صوفیائے کرام فرماتے ہیں:

با خدا دیوانہ باش با محمد ہوشیار

یعنی خدا کی بارگاہ میں دِیوانہ بن کر آ سکتے ہیں مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ذرا ہوش سنبھال کر آنا۔ یہاں اونچی آواز کرنے پر اعمال ضبط ہو جاتے ہیں یعنی بزرگانِ دین جذبہ میں انا الحق کہہ گئے مگر کسی نے آج تک انا محمد نہ کہا۔

اونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں   سارے انہیں کا منہ تکتے ہیں
جن و ملک ان کے سلامی   فخر ہے سب کو ان کی غلامی

اعتراض ۵...... ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظٰلمون (۳-۱۲۸) یعنی اے محبوب! یہ بات تمہارے ہاتھ میں نہیں یا تو اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ دیکھو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیر معونہ کے کفار پر دعائے عذاب فرمائی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دعا سے روک دیا گیا اگر وہ مالک ہیں یا ان کی ہر بات بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتی ہے تو آیت کے کیا معنی ہوں گے۔

جواب...... یہ آیت تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بتا رہی ہے۔ عادتِ الٰہیہ یہ ہے اگر اس کا کوئی پیارا بندہ کسی ایسی بات میں دعا کرنا چاہے جس کے خلاف ارادہ الٰہی ہو چکا ہے تو ان کو دعا سے روک دیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اے محبوب یہ بات ہمارے ارادے کے خلاف ہے اور ارادہ الٰہیہ کے خلاف ہونا ممکن نہیں اور یہ بھی ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری بات خالی جائے لہٰذا آپ اس معاملے میں دعا ہی نہ کریں۔ اس میں ان انبیائے کرام کی عزت افزائی ہے آج ہم ہزاروں دعائیں کرتے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا مگر ان سے ایسی دعائیں کرائی ہی نہیں جاتیں جو نہ ہو سکیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ قوم لوط کے واسطے دعا فرمائیں، تو حکم ہوا: یٰابرٰھیم اعرض عن ھٰذا انہ قد جآء امر ربک و انھم اٰتیھم عذاب غیر مردود (۱۱-۷۶) اے ابراہیم! اس دعا سے بچو کیونکہ اب اس قوم پر عذاب آنے ہی والا ہے۔ اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دعا سے روکا گیا اور اس روکنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی ہوئی۔

اعتراض ۶...... قرآن کریم فرماتا ہے: اے محبوب فرمادو ان اتبع الا ما یوحٰی الی (۶-۵۰) میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے بلکہ صرف وحی سے حکم دیتے تھے اور تم کہتے ہو کہ حضور علیہ السلام مالک احکام تھے اب وہ مالک احکام کہاں ہوئے بلکہ ہماری طرح بندہ مجبور (معاذ اللہ)

جواب...... یہ آیت پوری نہ پڑھی، پوری آیت یہ ہے: قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقای نفسی ان اتبع الا ما یوحٰی الی (۱۰-۱۵) اے محبوب فرمادو کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں میں نہیں پیروی کرتا مگر وحی الٰہی کی۔

واقعہ یہ تھا کہ عاص بن وائل نے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ اس سے قرآن کو بدل دیجئے یا کوئی دوسرا قرآن لایئے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اس کو یہ جواب دِلوایا گیا کہ اے محبوب فرمادو کہ میں یہ کچھ نہیں کرسکتا میں تو صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں یعنی جو ربّ کی طرف سے آتی ہے وہی پہنچادیتا ہوں اس میں اپنی طرف سے کمی نہیں کرسکتا جیسے کہ علمائے یہود نے کی تھی تو اس جگہ اتباع سے مراد ہے قرآن کا بے کمی وبیشی اظہار یعنی جو آئے اسی کا بتادینا اور من تلقای نفسی میں اس طرف نہایت باریک اشارہ ہے کہ قرآن اپنی رائے سے نہیں بدل سکتا۔ ہاں ربّ تعالیٰ سے عرض کرکے بدلوا سکتا اور ایسا بہت مرتبہ ہوا کہ قرآنی آیات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نازل ہوئیں یا بدلی گئیں یعنی منسوخ ہوئیں جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

اوّل بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا مگر محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی یہ تھی کہ بیت المقدس کی بجائے کعبہ معظمہ قبلہ ہوجائے۔ ایک دن بار بار آسمان کی طرف سرنیاز اُٹھا کر نگاہ ناز فرمارہے تھے یعنی یہ انتظار تھا کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آجائے۔ ربّ تعالیٰ نے اس محبوبانہ ادا کو نہایت پسند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: قد نرٰی تقلب وجهك فی السمآء فلنولینك قبلة ترضٰها (۲-۱۴۴) اے محبوب ہم آپکے آسمان کی طرف منہ اُٹھانے کو دیکھ رہے ہیں۔ اچھا اب تم کو اسی قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس کو آپ چاہتے ہیں (ف) اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ آپ کی خوشی یہ ہے لہٰذا ہم بھی اسی کو قبلہ بناتے ہیں جس کو محبوب تم چاہو۔ دیکھو یہ نسخ حضور علیہ السلام کی رضا جوئی کیلئے ہوا۔

تفسیر روح المعانی میں آیت ولكل وجهة هو مولیها کی تفسیر میں ہے کہ ہر قوم بلکہ ہر چیز کا علیحدہ قبلہ ہے جدھر اسکی توجہ ہے فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور ہے دعا کا قبلہ آسمان، ارواح کا قبلہ سدرۃ المنتہیٰ اور حضور کا قبلہ جسم کعبہ معظمہ اور قبلہ روح ربّ تعالیٰ ہے اور خود ربّ کا قبلہ اس کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ ہر وقت ربّ تعالیٰ کی ان پر نظر کرم ہے۔ مثنوی میں ہے:

قبلہ شاہان بود تاج و گہر — قبلہ ارباب دنیا سیم و زر
قبلہ صورت پرستان آب و گل — قبلہ معنی شناساں جان و دل
قبلہ عاشق وصالے بے زوال — قبلہ عارف جمال ذوالجلال

غرضیکہ قبلہ کی تبدیلی حضور علیہ السلام کی خاطر ہوئی۔

اسی طرح اوّل یہ آیت اُتری: وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحسبکم به اللّٰه (۲-۲۸۴) یعنی اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر نہ کرو یا کرو، بہر حال حق تعالیٰ حساب فرمالے گا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل کے خیالات کا بھی حساب ہوگا مگر محبوب کی مرضی یہ تھی کہ دل کا ربّ تعالیٰ حساب نہ لے کیونکہ یہ طاقت سے باہر ہیں۔ لہٰذا حکم آیا: لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها (۲-۲۸۶) ربّ تعالیٰ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دیگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دل کے برے خیالات جو بے اختیار دل میں آجائیں معاف ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر دعا فرمائی کہ حاجی کے سارے گناہ معاف فرمادے۔ حکم الٰہی آیا کہ حقوق العباد کے سوا سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ مزدلفہ میں بھی دعا فرمائی کہ خداوند حاجی سے بندوں کے حق بھی معاف فرمادے۔ حکم ہوا کہ وہ بھی معاف فرمادیئے گئے۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ لو اقسم علی اللّٰه لابرہ

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ ان اتبع الا ما یوحی الی اور جو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں وہ بھی وحی ہے اس لئے حدیث متواتر سے قرآن کا منسوخ ہونا جائز اور بہت جگہ حضور علیہ السلام نے بعض حضرات کو قرآنی احکام سے علیحدہ فرمادیا جس کے حوالے گزر چکے ہیں۔ اگر اس پیش کردہ آیت کے یہ معنیٰ ہوں کہ میں صرف قرآن کی پیروی کرتا ہوں تو حدیث کا بھی انکار ہوجائے گا۔

اعتراض ۷......حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ (مال) لے کر چھوڑ دیا اس پر عتاب الٰہی آیا اور ربّ تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار فرمایا اگر حضور مالک احکام ہوتے تو آپ کو اختیار ہوتا کہ جو چاہیں وہ کریں ان کے کسی مبارک فعل پر عتاب کیوں آتا۔

جواب......اس واقعہ سے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اوّلاً تو اس لئے کہ اگر آپ بندہ مجبور تھے تو یہ جرأت ہی کیوں فرمائی کہ بغیر وحی آئے قیدیوں سے فدیہ لے لیا اور ان کو چھوڑ بھی دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے عادتِ کریمہ تھی کہ اپنی مرضی پاک سے احکام جاری فرمادیا کرتے تھے۔ تب ہی تو آج اس پر عمل کیا۔ دوسرے اسلئے کہ اگر حضور علیہ السلام مالک احکام نہ تھے تو یہ فیصلہ غلط ہوتا اور جو روپیہ کے فدیہ کا آیا تھا تو کفارِ مکہ کو واپس ہوتا یا دریا میں غرق کرادیا جاتا کیونکہ جو روپیہ ناجائز سے آئے اس کو کام میں لانا جائز نہیں نیز آئندہ کیلئے منع فرمادیا جاتا کہ اب کبھی فدیہ نہ لیا کرنا مگر ایسا نہ ہوا بلکہ وہ روپیہ مسلمانوں کیلئے حلال رہا کہ فرمایا گیا: فکلوا مما غنمتم حلٰلا طیبا (۸-۶۹) اے مسلمانو! جو غنیمت تم نے لے لی وہ کھاؤ حلال اور پاکیزہ اور لطف یہ ہے کہ اس آیت پیش کردہ کے نزول کے بعد بھی حضرت عباس اور حضرت ابوالعاص زوج زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فدیہ لیا گیا اور آئندہ کیلئے یہ قاعدہ بن گیا کہ مسلمان اگر چاہیں تو کافر قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا کریں۔ کہ فرمایا گیا: فاما منا بعد و اما فدآء یا قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دیا ان سے فدیہ لے لو اگرچہ احناف کے نزدیک یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا مگر اس وقت تو یہ قاعدہ بن گیا۔ عجب معاملہ ہے کہ بقول مخالفین فدیہ لینے پر عتاب بھی آرہا ہے اور فدیہ کھانا جائز بھی ہے اور آئندہ کیلئے یہ حکم باقی بھی رکھا جارہا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ ربّ تعالیٰ اگر اس فدیہ لینے سے ناراض تھا تو فدیہ لینے ہی کیوں دیا، اوّل ہی سے یہ آیت نازل فرما کر مسلمانوں کو اس سے کیوں نہ روک دیا۔

اب اپنی بات کا جواب سن! معاملہ یہ ہے کہ ماتحت کا عملدرآمد حاکم اعلیٰ کے حکم سے رُک بھی سکتا ہے اور بدل بھی سکتا ہے اور اس پر عتاب بھی آسکتا ہے یہ باتیں مالک ہونے کے خلاف نہیں۔ دیکھو میں اپنا ذاتی مکان فروخت کرتا ہوں مگر بعض وقت حکومت اس بیع کو روک دیتی ہے اور کبھی بیچے ہوئے مکان کو واپس کرادیتی ہے اور بیع کو ناجائز قرار دیتی ہے اور اگر بغیر رجسٹری کے مکان بیچ دوں تو مجھ پر عتاب بھی کرتی ہے سزا بھی دیتی ہے اور جنگ کے زمانے میں جس رعایا کا مکان چاہتی ہے اپنے قبضے میں کر لیتی ہے اور اپنے مکان کا مالک نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ میری ملکیت سے بڑھ کر بادشاہ کی ملکیت ہے اس لئے یہ معاملہ ہو رہا ہے یہاں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم عالی ربّ تعالیٰ کی رجسٹری کے بغیر ہوگیا تو فیصلہ قائم رکھا گیا۔ مگر رجسٹری نہ کرانے پر توجہ دلائی گئی کہا اے محبوب اتنا بڑا کام فیصلہ کئے بغیر نہ ہونا چاہئے تھا غرضیکہ یہ آیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت کی دلیل ہے۔

اعتراض ۸....... جب کفار نے حضور علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ سونے کا پہاڑ عمدہ میوے کا باغ اور پانی کی نہریں ظاہر کیجئے تو جواب دیا گیا کہ هل کنت الا بشرا رسولا میں تو بشر رسول ہوں یعنی اپنی عاجزی کا اظہار کیا گیا۔ اگر حضور علیہ السلام مالک ہوتے تو ان چیزوں کو ظاہر کر دیتے، اپنے عجز کا اظہار کیوں فرماتے؟

جواب....... ان سوالات سے کفار کا مقصد یہ تھا کہ یارسول اللہ اگر آپ یہ کام کر کے دکھادیں تو ہم آپ کو نبی مان لیں ورنہ نہیں یعنی نبوت کو ان باتوں پر موقوف رکھا اس جواب میں ان کے اس قاعدے کی غلطی بیان فرمائی گئی یعنی نبوت ان چیزوں پر موقوف نہیں کہ جو یہ کام کر دکھادے وہ تو نبی ہو اور جو سونے کا پہاڑ نہ بنادے وہ نبی نہ ہو بلکہ نبوت انسانی صفات میں سے ایک صفت ہے میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے نہ کہ خدائی کا ہم حضور علیہ السلام کو کونین میں بادشاہت صرف نبوت کی وجہ سے نہیں مانتے بلکہ ان دلیلوں کی وجہ سے مانتے ہیں جو پہلے باب میں بیان ہوئیں۔

اچھا یہ بتاؤ کہ اس جگہ تو فرمادیا کہ بشر رسول ہوں اور بہت سے موقعوں پر لوگوں نے بڑے بڑے معجزے طلب کئے اور بے تکلف دکھا دیئے گئے چاند، پہاڑ، دریا، ڈوبے ہوئے سورج کو واپس بلالیا، مردوں کو زندہ کیا گیا تو اگر حضور علیہ السلام بندہ مجبور ہیں تو وہاں یہ قدرت خداداد کیوں دکھادی؟ وجہ یہ ہے کہ جنہوں نے ان قدرتوں کو نبوت کا معیار مان کر معجزہ مانگا ان کو منع کر دیا گیا اور جن لوگوں نے خداداد سلطنت کا نظارہ کرنا چاہا ان کو دکھایا گیا بلکہ حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو پہاڑ سونے کے ہو کر ہمارے ساتھ چلیں۔ معلوم ہوا کہ اس پر قادر ہیں مگر اس کا اظہار نہیں فرماتے۔

بتاؤ موجودہ بادشاہ سونے کا پہاڑ، دودھ کی نہریں بنا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر وہ بادشاہ مختار بھی ہیں کہ نہیں بے شک ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام کو سونے کا پہاڑ بنانے پر قدرت نہ ہو تو اس سے آپ کی ملکیت اور سلطنت اور خداداد اختیارات میں کیا فرق آیا۔ خلق اور چیز ہے اور ملک کچھ اور عجیب عقل ہے کہ ملک کی نفی میں نفی خلق سے استدلال لاتے ہو۔

اعتراض ۹ ...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اوّل تبلیغ میں فرمایا اے فاطمہ بنت رسول اللہ! تم جو چاہو میرا مال مانگ لو ولا اغنی عنك من الله شيئا میں تم سے خدا کے غضب کو مٹا نہیں سکتا۔ جب حضور علیہ السلام اپنی لختِ جگر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مصیبت دفع نہیں کر سکتے تو ہم سے کس طرح دفع کر سکتے ہیں پھر ملکی کہاں رہی؟

جواب ...... اس روایت میں مستقل ذاتی ملکیت کا انکار ہے یعنی اے فاطمہ! اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا اور ربّ کا ارادہ ہو گیا کہ تم پر عتاب آجائے تو میں ربّ کے مقابلے میں تم سے کسی مصیبت کو دفع نہیں کر سکتا اور اس سے مقصود دوسروں کو سنانا ہے اسلئے من الله فرمایا گیا اور یہ کسی کا عقیدہ نہیں کہ کوئی ربّ کا بندہ ربّ سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ معاذ اللہ جو کوئی جو کچھ بھی کرتا ہے وہ ربّ کی دی ہوئی قدرت اور اسی کے ارادے سے کرتا ہے۔

ان تمام اعتراضوں کی بناء اس پر ہے کہ معترض نے سلطنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معنی نہیں سمجھے اور ذاتی وعطائی مستقل اور غیر مستقل میں فرق نہیں کیا۔

شامی جلد اوّل بحث غسل میت میں ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بغیر ربّ کے مالک کئے ہوئے ہیں میں تم سے مصیبت دور نہیں کر سکتا۔ حضور علیہ السلام تو اجنبی لوگوں کو شفاعت سے نفع پہنچائیں گے پھر اپنے اہل قرابت مومنین کو کیوں محروم چھوڑیں گے۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ كل نسب وسبب ينقطع بالموت الا نسبی وسببی یعنی موت سے تمام رشتے اور سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ سوائے ہمارے رشتے اور سلسلے کے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلثوم بنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تاکہ حضور علیہ السلام سے ان کا سسرالی رشتہ قائم ہو جائے اور یہ آیت کہ یعنی جب صور پھونکا جائے گا لوگوں کے نسب ٹوٹ جائیں گے اس آیت کے حکم سے حضور علیہ السلام کا نسب علیحدہ ہے۔ انتہی شامی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فاطمہ زہرا کی بڑی ذات ہے سادات کرام کو ہی نسب کام آئے گا بشرطیکہ مومن ہوں۔

مشکوٰۃ فضائل الصحابہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابی کا کچھ تھوڑے جو خیرات کرنا اوروں کے پہاڑ برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے حضور علیہ السلام کی صحبت پاک کے یہ درجے ہیں تو جو لختِ جگر اور نورِ نظر ہوں ان کے مدارج تو ربّ ہی جانے۔

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی اس پاک نیت پہ لاکھوں سلام

اعتراض ۱۰ ...... احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت دفعہ حضور علیہ السلام پر مسائل پیش ہوئے تو خود فیصلہ نہ فرمایا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا جیسے کہ قبلہ بدلنے کا حکم جس کا واقعہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لوگوں نے تہمت لگائی تو خود کوئی فیصلہ نہ فرمایا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا اگر حضور علیہ السلام خود مالک احکام ہوتے تو ہر بات کا خود ہی فیصلہ فرما دیا کرتے۔

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل
جبرائیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

جواب ...... ان جیسے واقعات میں کچھ حکمتوں کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے اپنی ملکیت سے کام نہ لیا براہِ راست ربّ سے فیصلہ کرایا۔ اس میں بہت راز ہوتے تھے کبھی تو یہ کہ مخالف لوگ ہم پر اعتراض نہ کریں کبھی یہ کہ اس سے اس مسئلہ کی اہمیت معلوم ہو کبھی اپنی زندگی کا اظہار مثلاً عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لوگوں نے تہمت لگائی اگر خود ہی فیصلہ فرما دیا جاتا تو منافقین تو کہتے کہ اپنی بیوی پاک کی طرفداری فرمائی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ عظمت حاصل نہ ہوتی کہ قرآن ان کی پاک دامنی اور عظمت کے خطبے پڑھے اب قیامت تک ہر نمازی ہر حافظ ہر تلاوت کرنے والا ان کی عفت کے گیت گاتا رہے گا۔ اسی طرح اگر خود اپنے حکم سے قبلہ بدل دیا جاتا تو مخالفین اور منافقین کا آپ پر اعتراض ہوتا کہ انبیاء کے قبلے کو بدل دیا اسلئے ربّ نے خود قبلہ کو بدل کر تمام ذمہ اپنے کرم پر لے لیا اور فرمایا: فلنولینک قبلة ترضٰها (۲-۱۴۴) اے پیارے ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس سے آپ خوش ہوں بولو ہم پر کسی کو کیا اعتراض ہے حضرت زید کی بیوی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور علیہ السلام نے نکاح کیا لوگوں نے اعتراض کیا۔ ربّ نے ارشاد فرمایا: فلما قضٰی زید منها وطرا زوجنکها (۳۳-۳۷) یعنی ہم نے اپنے محبوب کا نکاح زینب سے کر دیا جس کو اعتراض ہو وہ مجھ پر کرے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ سب کے نکاح ان کے ماں باپ کرتے ہیں لیکن میرا نکاح میرے ربّ نے کرایا۔ سب کے نکاح فقط فرش پر ہوتے ہیں میرا نکاح عرش پر بھی ہوا۔

ان واقعات سے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت کے ساتھ ان کی محبوبیت کا پتا لگ گیا۔

اللهم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلهٖ و اصحابهٖ وبارك وسلم

دیکھو ہم لوگ اپنی معمولی چیزیں خود فروخت کرتے ہیں نہ گواہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ رجسٹری کی لیکن بڑی اہم چیزوں کو جیسے باغ، مکان، زمین وغیرہ بغیر رجسٹری گواہ نہیں فروخت کرتے ہم دونوں چیزوں کے مالک تو ہیں مگر جن چیزوں میں جھگڑے پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس میں گورنمنٹ کو ذمہ دار بنا لیتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ نے بھی بعض بڑے اہم مسائل کی ذمہ داری خود لی اور ہزار ہا احکام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حکم دیئے۔

نکتہ ...... ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا آج ہم نے شیطان کو پکڑ لیا تھا اور اگر اسے ستون سے باندھ دیتے تو مدینے کے بچے اس سے کھیلتے مگر حضرت سلیمان کی یاد آگئی کہ انہوں نے عرض کیا: رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی اے ربّ تو مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو لہٰذا اس کو چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت تمام جن وانس، ہوا وغیرہ سارے عالم پر ہے مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا گیا کیونکہ یہ سلطنت حضرت سلیمان کا خاص معجزہ بن چکی تھی۔ وہ خصوصیت دوسری جگہ ظاہر نہ ہونا چاہئے۔

اعتراض ۱۱ ...... اگر حضور علیہ السلام تمام عالم کے مالک ہیں تو خود عیش آرام کی زندگی کیوں نہ گزاری کیوں تکلیف میں کیوں گزر فرمائی؟

جواب...... اپنی ملکیت کو اپنی ذات کریمہ پر استعمال نہ فرمایا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ مالک نہیں۔ روزے کی حالت میں ہم لوگ دن بھر اپنی روٹی اپنا پانی استعمال نہیں کرتے اس لئے نہیں کہ ہم ان چیزوں کے دن میں مالک نہیں بلکہ اس لئے کہ اس وقت کھانا پینا رضائے الٰہی کے خلاف ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی اس جہاں میں ان چیزوں کو اپنی ذات پر استعمال نہ کیا اس جہاں میں ہر چیز حضور علیہ السلام ہی پر قربان ہوگئی ان کے صدقے سے ان کے غلاموں کو بھی ملے گی کیونکہ آپ کی زندگی پاک تمام دنیا کیلئے نمودار اور دستور العمل ہے اور دنیا میں فقیر بھی ہوں گے اور مالدار بھی۔ اگر زندگی عیش میں گزاری جاتی تو فقراء کیلئے نمونہ قائم نہ ہوتا لہٰذا کبھی تو مال قبول فرمالیا اور اس وقت ربّ کا شکر اور صدقات وخیرات فرما کر مالداروں کیلئے نمونہ قائم فرمایا کہ اگر تم کو خدا مال دے تو اس طرح اس کی راہ میں خرچ کرو اور کبھی مال قبول نہ فرمایا اور صبر کا نمونہ پیش فرمادیا کہ فقراء اس کو دیکھ کر اس طرح صبر کریں۔

سبحان اللہ! ایک جنگ میں شکم پاک پر پتھر بندھے ہیں۔ اسی حالت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت کردی تو چار سیر جَو کے آٹے سے صدہا آدمیوں کو سیر کردیا جیسا کہ پہلے باب میں آپ پڑھ چکے غرض کہ یہ زندگی پاک مجبوری کی وجہ سے نہ تھی بلکہ حق یہ ہے ؎

مالک کونین ہیں پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بخیل وہ جو نہ کھائے نہ کھلائے سخی وہ جو خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے مگر جواد وہ ہے جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لئے ربّ کو سخی نہیں کہتے۔ جواد کہتے ہیں کہ ھو یطعم ولا یطعم وہ کھانا کھلاتے ہیں خود نہیں کھاتے۔ حضور علیہ السلام صفت جواد کا مظہر ہیں کہ کھاتے نہیں کھلاتے ہیں۔ (تفسیر روح البیان) اور جو کچھ کھاتے بھی ہیں وہ بھی اُمت کی تعلیم کیلئے ورنہ انہیں کھانے کی بالکل حاجت نہیں۔ کھانا ان کا محتاج ہے۔ وہ ربّ کے سوا کسی چیز کے حاجت مند نہیں خود فرماتے ہیں: ایکم مثلی یطعمنی ربی ویسقینی تم میں ہم جیسا کون ہے ہمیں ربّ تعالیٰ غیبی رزق کھلاتا اور پلاتا ہے جب کبھی بھوک کی تکلیف ظاہر ہوتی ہے تو وقت بشریت کے ظہور کا ہوتا ہے اور روزہ کے وصال میں نورانیت جلوہ گر ہے۔ خیبر میں زہر نے اثر نہ کیا بوقتِ وصال شریف زہر کا اثر ہوا۔ موت کا وقت بشریت کے ظہور کا وقت ہے کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ یہ نہایت باریک کلام ہے اس کی تفصیل مرقاۃ شرح مشکوٰۃ یا روح البیان یا لمعات میں دیکھو۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

خاتمہ

اس کتاب کی تصنیف کے دوران میں میرے محترم دوست سیٹھ عبدالغنی صاحب تاجر نے مجھ سے فرمایا کہ وفادار رعایا کو شوق ہوتا ہے کہ اپنے شہنشاہ کا دیدار کریں اور یہ ہمارا نصیب نہ تھا کہ زمانہ پاک میں پیدا ہوتے اور ان ناچیز آنکھوں سے وہ جمال جہاں آرا دیکھتے اور دل کی حسرتیں نکالتے۔

ہوتے صدقے کبھی ناقہ کے کبھی محمل کے ساریاں کے کبھی ہاتھوں کی بلائیں لیتے
دشت طیبہ میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے دھجیاں جیب و گریباں کی اُڑاتے جاتے

اب جب کہ ہم ناچیز تیرہ سو برس کے بعد پیدا ہوئے تو کم ازکم آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ شریف ہی بتائیں جس کو دیکھ کر تسلی ہو مجھے ان کا یہ جذبہ بہت پسند آیا اور ارادہ کرلیا کہ اب اس کتاب کو حلیہ شریف کے ذکر پر ختم کروں اور مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اس حلیہ شریف کو اپنے خیال میں لیں یہاں تک کہ یہ حال ہو جائے۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اور یقین سے جانیں کہ وہی گھر آباد ہوتا ہے جس میں گھر والا ہو اور جو مالک سے خالی ہے وہ ویران ہے۔اسی طرح وہ دل آباد ہے جس میں ان کا دھیان ہے ورنہ برباد۔

آباد وہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے جو یاد سے غافل ہو ویران ہے برباد ہے

صحابہ کرام رضی اللہ علیہم الی یوم القیام بعض موقعوں پر یہ حدیث بیان فرماتے ہوئے جوش میں فرمادیتے تھے: کانی انظر الیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گویا میں اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تصویر میں رہتے تھے۔

اور خیال یار کا امتحان قبر میں بھی ہوگا کہ نکیرین پوچھیں گے کہ ما کنت تقول فی حق ھذ الرجل تم ان محبوب کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ لطف تو جب ہے کہ خلوت میں وہ جلوہ کا مزہ دے اور یہ ہو کہ

دل میں ہو یاد تیری گوشہ تنہائی ہو پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

(حسن رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور جلوت میں خلوت کا لطف آئے اور یہ صادق ہو

سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

(صدرالافاضل علیہ الرحمۃ)

امام ابوعیسٰی ترمذی نے **ترمذی شریف** کے آخر میں ایک رسالہ لگایا جس کا نام ہے **شمائل شریف**۔ اس رسالہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کا ذکر ہے۔ہم اس سے یہ حلیہ شریف نقل کرتے ہیں۔

حلیہ شریف

﴿ اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یہ ہے ﴾

قد شریف درمیانہ یعنی نہ بہت دراز نہ بہت مختصر۔ جسم پاک کا رنگ مبارک سفید مائل سرخی جیسے گلاب کا پھول، نہ تو خالص چٹا نہ گندمی، بال باریک تیز سیاہ جیسے کہ والیل اذا سجی کچھ گھونگروالے خمدار، نہ بالکل سیدھے نہ بالکل پیچ دار، مبارک گیسو اکثر تا بگوش اور کبھی تا بدوش یعنی کان کی لو تک اور کبھی کندھوں تک، سر مبارک بڑا اور بہت خوبصورت، چوڑی پیشانی باریک اور لمبی بھویں (پروٹے) ان بھوؤں کے درمیان باریک سی رگ جو کبھی چمکتی تھی، آنکھیں بڑی بڑی، پلک لمبی، آنکھ کی سفیدی بہت تیز اور پتلیاں خوب سیاہ جن کا سرمہ ما زاغ البصر وما طغی یعنی ربّ کو دیکھ کر نہ جھپکیں، باریک اور لمبی ناک شریف رُخسار مبارک کا رنگ چمکدار نہ اُبھرے ہوئے اور نہ دبے ہوئے بلکہ درمیانی، چوڑا منہ، پتلے پتلے ہونٹ جیسے گلاب کی پتی، چمکدار سفید اور چھوٹے چھوٹے دانت جیسے سچے موتیوں کی لڑیاں اور ان کے درمیان میں معمولی سی کھڑکیاں، گھنی داڑھی جس کا رنگ سیاہ درمیانی ریش بچی مبارک چاندی کی طرح صاف اور سفید گردن شریف دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت، گردن کے پیچھے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ یہ کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔ کچھ اُبھرا ہوا گوشت تھا جس پر بال تھے اور پڑھنے میں آتا تھا محمد اسی مہر نبوت کو دیکھ کر حضرت سلمان فارسی وغیرہ ایمان لائے۔ خوب چوڑا سینہ رحمت کا گنجینہ۔ گلے شریف سے ناف تک بالوں کی باریک سی ڈور، شکم مبارک سینے کے برابر نہ اُبھرا ہوا نہ دبا ہوا اس کے ماسوا بھرے ہوئے بازو جن پر کچھ بال کسی قدر لمبی کلائیاں چوڑی اور بھری ہوئی ہتھیلیاں، کندھے اور کلائیوں پر بال اُنگلیاں مبارک پتلی اور لمبی پنڈلیاں بھری ہوئی جن پر رونگٹے، ایڑیاں پتلی اور قدم بھرے ہوئے کہ زمین پر پورے جم جائیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ چاندنی رات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ حلہ زیب تن فرمائے تشریف فرما تھے میں کبھی آسمان کے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے مدینے کے چاند کو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قسم ہے ربّ کی! حضور علیہ السلام چاند سے زیادہ حسین معلوم ہوتے تھے۔ اس دیکھنے والوں کی آنکھوں کے قربان!

دیگر اوصاف

چہرۂ انور بارُعب تھا کہ جو اچانک دیکھ لیتا اس کے دل میں رعب اور ہیبت آسمانی آجاتی اور جس کو صحبت میں رہنا نصیب ہو جاتا تو اخلاق کریمانہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا مانوس ہو جاتا کہ اور جگہ اس کا دل نہ لگتا۔ اکثر نگاہ نیچی رہتی تھی۔

اک ماہ بدن، گورا سا بدن، نیچی نظریں کل کی خبریں
وہ سنا کے سخن، دکھلا کے پھبن مرا پھونک گئے سب تن من دھن

چہرۂ انور پر فکر کے آثار نمایاں رہتے تھے جیسے کچھ سوچ رہے ہیں جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پوری طرح ادھر منہ پھیر کر کبھی قہقہہ نہ فرمایا اکثر تبسم فرماتے تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس نور میں گمشدہ سوئی تلاش کی جا سکتی تھی۔

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے　　　شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

پسینہ شریف میں گلاب کی تیز خوشبو، جب کسی گلی سے گزرتے تو مکانوں والے لوگ پہچان جاتے اور مدینہ کے لوگ اس پسینہ کو بجائے خوشبو استعمال کرتے۔ (مشکوٰۃ) چلنے کی عادت میں زمین لپٹتی تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آہستہ چلتے مگر ساتھیوں کو تیز چلنا پڑتا تھا، کبھی خضاب نہ لگایا کیونکہ سر شریف میں تقریباً چودہ بال اور داڑھی شریف میں چھ بال سفید ہوئے تھے یعنی کل بیس بال سفید تھے۔ بال شریف کی زیارت کرنے والوں نے جو خضاب کی روایت کی وہ اس خوشبو کے رنگ سے دھوکہ کھا گئے جس میں بال شریف رکھے ہوئے تھے۔

کھانے میں بکری کی دستی، سرکہ، شہد، میٹھی چیزیں اور کدّو زیادہ پسند فرماتے تھے لیکن مرغ اور بٹیر، ستو اور بکثرت خرے کھانا بھی ثابت ہیں نیز دیگچی کی کھرچن بھی مرغوب تھی بہت دفعہ جو کی روٹی کھجور سے ملاحظہ فرمائی۔

لباس سفید رنگ کا پسند تھا۔ اکثر عمامہ، قمیض اور تہبند استعمال فرماتے تھے کبھی سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے یعنی چادر اور اکثر پیوند والا کمبل شریف استعمال میں رہتا تھا۔

اسی عرشی مہمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر مبارک کبھی دو تہہ والا ٹاٹ اور کبھی چمڑے کا گدیلا جس میں کھجور کی چھال کا بھراؤ ہوتا تھا۔

ہدایت

ناظرین رات کو سوتے وقت اس حلیہ شریف کا مطالعہ کریں اور پاک بستر پر پاک کپڑے پہن کر باوضو قبلہ رو سویا کریں اگر ممکن ہو تو سوتے وقت عطر بھی لگالیں اور ہمیشہ اس اُمید پر سوئیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوجائے۔ جس نے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی اس نے حضور ہی دیکھا وہ نفسانی، شیطانی یا خیالی نہیں ہوتا بلکہ واقعی ہوتا ہے۔ چہرۂ انور کو نورانی دیکھنا اپنی قوت ایمانی کی دلیل ہے۔ اس کے خلاف دیکھنا اپنی کمزوری ایمان کی علامت ہے۔ اسی طرح عمدہ لباس میں زیارت ہونا اپنی نیک عملی کی نشانی ہے اور کے برعکس دیکھنا اپنی بدعملی کی پہچان۔ مثنوی شریف میں ہے:

گفت من آئینہ مقتول دوست ترکی و ہندی بہ بیند آن کہ اوست

حضور علیہ السلام آئینہ قدرت الٰہی ہیں۔ آئینہ میں اپنا رنگ نظر آتا ہے ورنہ حضور علیہ السلام کو کما حقہٗ بجز پروردگار کسی نے نہ دیکھا۔

جو کوئی اس رسالہ سے فائدہ اُٹھائے وہ مجھ فقیر بے نوا کیلئے خاتمہ بالخیر کی دعا کرے اور دعا کرے کہ ربّ تعالیٰ فقیر کی ان کتب کو قبول فرمائے اور میرے لئے توشۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ بنائے اور میرے ولی نعمت مرشد برحق صدر الافاضل مولانا الحاج سیّد محمد نعیم الدین صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا سایہ مجھ پر اور تمام اہل سنت پر قائم رہے۔ آمین یا ربّ العالمین

احمد یار نعیمی اشرفی

یہ کتاب حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی مبارک زندگی میں لکھی گئی تھی۔ اس وقت یہ دعا کی گئی۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳ھ کو حضرت نے اپنے ربّ کی رحمت میں آرام فرمایا۔ اب یوں دعا کیجئے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے معمور فرمائے اور ان کے برکات سے ہمیں مستفید فرمائے۔ آمین

نعت

خاکِ مدینہ ہوتی میں خاکسار ہوتا
ہوتی رہِ مدینہ میرا غُبار ہوتا

آقا اگر کرم سے طیبہ مجھے بلاتے
روضہ پہ صدقے ہوتا اُن پہ نثار ہوتا

وہ بے کسوں کے آقا بے کس کو گر بلاتے
کیوں سب کی ٹھوکروں پر پڑ کر میں خوار ہوتا

طیبہ میں گر میسر دو گز زمیں ہوتی
ان کے قریب بستا دِل کو قرار ہوتا

مَر مِٹ کے خوب لگتی مٹی مِری ٹھکانے
گر اُن کی رَہ گزر پر میرا مزار ہوتا

یہ آرزو ہے دل کی ہوتا وہ سبز گنبد
اور میں غُبار بن کر اُس پہ نثار ہوتا

بے چین دل کو اب تک سمجھا بجھا کے رکھا
مگر اب تو اِس سے آقا نہیں اِنتظار ہوتا

سالکؔ ہوئے ہم اُن کے وہ بھی ہوئے ہمارے
دِل مضطرب کو لیکن نہیں اعتبار ہوتا

(حکیم الامت)